١٠٣

دینِ حق

تالیف
شیخ عبد الرحمٰن بن حمّاد آل عمر

اُردو ترجمہ
سعید احمد قمر الزّماں

طباعت واشاعت
وزارت اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد
مملکتِ سعودی عرب

وزارتِ اسلامی امور و اوقاف و دعوت و ارشاد کی شائع کردہ

دینِ حق

تالیف
شیخ عبدالرحمٰن بن حمّاد آلِ عمر

اُردو ترجمہ
سعید احمد قمر الزّمان

وزارت کے شعبۂ مطبوعات و نشر کی زیرِ نگرانی طبع شدہ
۱۴۲۰ھ

ⓒ وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد ، ١٤٢٠هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

العمر ، عبدالرحمن بن حماد
دين الحق - الرياض.
١٩٤ ص، ١٢×١٧ سم
ردمك ٩ - ١١٨ - ٢٩ - ٩٩٦٠
(النص باللغة الأردية)
١ - الألوهية ٢- الإسلام أ- العنوان
ديوي ٢٤٠ ١٧/٣٠٤٦

رقم الإيداع : ١٧/٣٠٤٦
ردمك ٩ - ١١٨ - ٢٩ - ٩٩٦٠

الطبعة السادسة

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی جمیع رسل اللہ وبعد :

راہ نجات پر گامزن ہونے کی یہ ایک دعوت ہے جسے ہم ہر سوجھ بوجھ رکھنے والے شخص کی خدمت میں اس امید پر پیش کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے گم گشتہ راہ کو ہدایت یاب فرمائے اور ہمارے اور ان تمام لوگوں کے لیے باعث اجر و ثواب بنائے جو اس کی نشر و اشاعت میں حصہ لیں۔

ہر عقل و فہم رکھنے والے شخص کو یہ بخوبی علم ہونا چاہیئے کہ اس دنیوی زندگی میں یا اخروی زندگی میں جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے اس میں کامیابی اور نیک بختی اس وقت حاصل کر سکتا ہے جب وہ اپنے اس رب کی معرفت حاصل کر لے جس نے اس کو اور ساری کائنات کو

پیدا فرمایا ہے اور اس پر ایمان لے آئے اور صرف اسی کی عبادت کرے' اور اس نبی برحق کی معرفت حاصل کرے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے مبعوث فرمایا ہے اور اس کی رسالت و نبوت پر ایمان و یقین رکھ کر اتباع کاملہ کرے' پھر اس دین برحق کی مکمل معرفت حاصل کرے جس کے اپنانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو۔

زیر نظر کتاب "دین حق" ان تمام اہم و عظیم امور پر مشتمل ہے جن کا ہر مسلمان کے لیے جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے' ہم نے حاشیہ میں بعض ان عبارتوں اور مسائل کی مزید تشریح و تفصیل دے دی ہے جو قدرے تشریح طلب تھے۔

دوسری طرف ہم نے اس پوری کتاب میں قرآن کریم کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر اعتماد کرتے ہوئے دلائل پیش کیے ہیں' کیونکہ یہی دونوں چیزیں ہمارے دین اسلام کی بنیاد اور اس کے ماخذ ہیں۔

ہم نے اندھی تقلید سے اجتناب کیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں' بلکہ ہم نے بعض ان باطل و گمراہ فرقوں پر روشنی

ڈالی ہے جو برحق ہونے کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ حق سے دور ہیں' ایسا ہم نے اس لیے کیا ہے تاکہ جو ناواقف ان فرقوں کی جانب منسوب ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں- واللہ حسبی ونعم الوکیل-

عبد فقیر
عبدالرحمٰن بن حماد آل عمر
سابق استاذ شعبۂ اسلامیات
معہدالمعلمین' ریاض

فصل اول

اللہ [1] خالق عظیم کی معرفت :

ہر عقل و ہوش رکھنے والے کے لیے یہ بات جاننا انتہائی ضروری ہے کہ جس ذات پاک نے اسے عدم سے وجود بخشا' اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا وہی اللہ ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ [2] پر ایمان رکھنے والے عقلمند لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اسے نہیں دیکھا ہے لیکن ایسے دلائل سے واقفیت رکھتے ہیں جو اس کے وجود پر نیز اس کے خالق کائنات ہونے اور نظام حیات چلانے پر شاہد ہیں' اور وہ دلائل یہ ہیں :

---

(۱) لفظ ''اللہ'' ساری کائنات کے خالق و معبود کے لیے مخصوص ہے' خود اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس اپنی ذات پاک کے لیے اس نام کا انتخاب فرمایا ہے جس کے معنی معبود برحق کے ہیں۔

(۲) لفظ ''تعالیٰ'' اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تعریف کے لیے اور اسے پاکی و بلندی کی صفت سے متصف کرنے کے لیے بولا جاتا ہے اور کلمہ ''سبحانہ'' بڑائی و پاکی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(ا) کائنات، انسان، اور زندگی، یہ تینوں چیزیں حادث ہیں جن کی ابتدا اور انتہا ہے اور اپنے وجود کے لیے دوسرے کے محتاج ہیں۔

اور جو چیز حادث اور محتاج ہو وہ مخلوقات کے قبیل سے ہوئی اور جو چیز مخلوق ہوئی تو بدیہی طور پر اس کے خالق کا ہونا ضروری ہے، اور یہ عظیم خالق اللہ وحدہ کی ذات پاک ہے جس نے خود اپنے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ساری کائنات کا خالق اور اس کے نظام کو چلانے والا ہے۔

اور اس کا علم ہم کو ان آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہوا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا اور انہوں نے اس کی تبلیغ کی اور اس کے مضامین کی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی عبادت کی دعوت دی۔ چنانچہ خود ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾

(الاعراف : ۵۴)

بیشک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

چھ دنوں میں پیدا کر دیا' پھر عرش پر مستوی ہو گیا' ڈھانپ لیتا ہے رات سے دن کو' وہ جلدی سے اسے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور ستاروں کو (اسی نے پیدا کیا) سب اس کے حکم کے تابع ہیں' یاد رکھو اسی کے لیے خاص ہے آفرینش بھی اور حکومت بھی' برکت سے بھرا ہوا ہے سارے جہاں کا پروردگار۔

آیت کریمہ کا اجمالی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہی ان کا رب ہے جس نے انہیں اور آسمانوں اور زمین کو بھی چھ دنوں میں پیدا کیا[1]۔

اور یہ خبر دے رہا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے[2]۔

---

(۱) بتدریج پیدا کرنے میں اللہ کی کوئی حکمت مضمر ہے ورنہ تو وہ چشم زدن میں خلقت پر قادر ہے کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو "کن" کہہ دیتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

(۲) "استوی" کے معنی عربی زبان میں جو کہ قرآن کی زبان ہے کسی چیز کے مستوی اور مرتفع ہونے کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اسی انداز سے ہے جو اس کے شایان شان ہے جس کی کیفیت سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا' اور استوی کے معنی استولیٰ' قابض ہونے کے نہیں ہیں جس طرح کہ استولی علی الملک کہا جاتا ہے' یعنی حکومت پر قبضہ کرنا' یہ معنی وہ گمراہ لوگ مراد لیتے ہیں جو ان صفات باری تعالیٰ کی حقیقت =

اور عرش سارے آسمانوں کے اوپر ہے' جو سب سے زیادہ عظیم اور وسیع ترین مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس عرش عظیم پر مستوی ہے اور اپنے علم اور ارادے سے ساری مخلوقات کے ساتھ ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ رات' دن کو اپنی تاریکی سے ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی سے اسے آلیتی ہے' اور اس نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا اور اسی کی ہدایت کے مطابق یہ سب اپنے اپنے دائرے میں چکر لگاتے ہیں۔

مزید یہ بتایا کہ وہی تن تنہا ساری کائنات کا خالق ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے' وہ ایسی ذات پاک ہے جو اپنی ذات و صفات میں کامل ہے جو

== کے منکر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیان فرمائے ہیں' وہ اس خام خیالی میں ہیں کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقی معنوں میں مراد لیا تو اس کی مخلوق سے مشابہت ہو جاتی ہے' حالانکہ یہ خیال باطل ہے کیونکہ مشابہت تو اس صورت میں ہوتی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اس کی یہ صفت مخلوق کے فلاں صفت جیسی ہے' لیکن اس کو اس طرح جو اس کے شایان شان ہو بغیر تاویل و تفویض اور بلا تمثیل و تعطیل کے تسلیم کریں تو اس میں کسی طرح کی مشابہت نہیں ہوتی اور یہی انبیاء کرام کا طریقہ ہے جس پر سلف صالحین گامزن رہے اور راہ حق ہے جس پر ہر مسلمان کو چلنا چاہئے اگرچہ لوگوں کی اکثریت اس طریقہ کو چھوڑے ہوئے ہے۔

ہمیشہ بے حساب خیر و بھلائی سے نوازتی ہے اور وہ سارے جہاں کی پرورش کرنے والی ہے جس نے سب کو عدم سے وجود بخشا اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمِنْ ءَايَـٰتِهِ ٱلَّيْلُ وَٱلنَّهَارُ وَٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا۟ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴾ (فصلت : ۳۷)

اور اس کی نشانیوں میں رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے (بس) تم لوگ نہ سورج کو پوجو اور نہ چاند کو بلکہ صرف اللہ ہی کو پوجو جس نے ان سب کو پیدا کیا اگر واقعی اس کی بندگی کرنے والے ہو۔

آیت کریمہ کی اجمالی تشریح :

(۱) اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں ان علامتوں کی نشاندہی فرما رہا ہے جو اس کی ذات پاک پر دلالت کرتی ہیں' جیسے رات و دن اور سورج و چاند' اور سورج و چاند کی عبادت سے منع فرما رہا ہے کیونکہ یہ دونوں تمام دوسری مخلوقات جیسی مخلوق ہیں اور کوئی مخلوق عبادت کے لائق

نہیں' اور سجدہ بھی عبادت کی ایک قسم ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ سارے لوگوں کو اپنی ذات واحد کی عبادت کا حکم فرما رہا ہے کیونکہ در حقیقت وہی ساری کائنات کا خالق اور نظام چلانے والا اور ساری عبادتوں کا سزاوار ہے۔

(۲) اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے وجود کی دلیل مرد اور عورت کا پیدا فرمانا ہے' چنانچہ مذکر اور مونث کا وجود بھی بذات خود اللہ خالق کی ایک دلیل ہے۔

(۳) اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل انسانوں کی زبانوں اور شکل و صورت کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ہے' چنانچہ دنیا میں ایسے دو شخص نہیں ملیں گے جن کی آواز یا شکل و صورت پوری طرح یکساں ہو' بلکہ یقینی طور پر کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہو گا۔

(۴) اسی طرح انسانوں کا اپنی اپنی قسمتوں میں مختلف ہونا' کوئی مالدار ہے اور دوسرا فقیر ہے' اور یہ صاحب منصب ہے اور وہ ملازم ہے حالانکہ ان میں سب ہی صاحب عقل و فہم ہیں اور مالداری' بلند مرتبہ اور حسین و جمیل بیوی کے حریص ہیں' لیکن بایں ہمہ ہر شخص دوسرے سے مال و منصب میں مختلف ہے کیونکہ کوئی شخص محض اپنی استعداد اور محنت و کوشش سے دنیوی سعادت و مسرت اتنی ہی حاصل کر سکتا

ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں لکھا ہے۔

اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم حکمت مضمر ہے تاکہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعہ امتحان لے اور ایک کو دوسرے کے لیے باہمی طور پر مفید بنائے اور اس طرح کسی کا نقصان نہ ہو۔

اور جس کو ان مخصوص سعادتوں اور منصب سے نہیں نوازا ہے تو اس کو دار آخرت جنت میں مزید نعمتوں سے نوازے گا بشرطیکہ اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہو' اسی طرح اللہ تعالیٰ فقیر کو خود دنیا میں ایسا سکون و اطمینان قلب نصیب فرماتا ہے جس کے لیے بہت سے مالدار لوگ تمنا کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی عین حکمت اور کمال انصاف کی بات ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک عظیم علامت نیند اور سچے خواب ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو خوشخبری یا ڈراوے کے طور پر غیب کی بعض باتوں سے آگاہ کرتا ہے۔

(۶) اسی طرح ذات باری کی ایک دلیل "روح" ہے جس کی حقیقت سوائے اللہ واحد کے کوئی نہیں جانتا۔

(۷) مزید اللہ خالق و مالک کے وجود کی ایک دلیل خود حضرت انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف حواس' اعصابی نظام' عقل اور ہاضمہ وغیرہ کے نظام سے نوازا ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما کر زمین کو سیراب اور سبز و شاداب فرماتا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی سبزیاں اور درخت اگاتی ہے جو منافع' مزے اور رنگ و روپ میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

یہ چند نمونے ان ہزاروں علامتوں میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تذکرہ فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے وجود کے اور اس کے ساری کائنات کے خالق اور مدبر ہونے کے واضح دلائل ہیں۔

(۹) وہ فطرت سلیمہ جس پر ہر انسان پیدا ہوا ہے وہ اپنے خالق و مدبر اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر پورا ایمان و یقین رکھتی ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے اور اپنے کو بدبختی کے طرف لے جا رہا ہے' کیونکہ لا دینی نظریات رکھنے والا شخص دنیا میں بھی بدبختی کی زندگی گذارتا ہے اور مرنے کے بعد بھی جہنم رسید ہو گا کیونکہ اس نے اپنے رب کی تکذیب کی جس نے اسے عدم سے وجود بخشا اور نعمتوں سے نوازا' ہاں مگر وہ شخص جو توبہ کرلے اور اللہ' اس کے دین اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔

(۱۰) بعض مخلوقات مثلاً بکریوں کی نسل میں برکت عطا فرمانا اور اس کے

برعکس بعض مخلوقات مثلاً کتے اور بلی کو اس برکت سے محروم رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک اہم دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان :

منجملہ اللہ تعالیٰ کے صفات عظیمہ کے ایک یہ ہے کہ وہ اول ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں، اور وہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہے جو نہ کبھی مرنے والی اور نہ ختم ہونے والی ہے، جو بذات خود غنی ہے کسی دوسرے کی محتاج نہیں، وہ تن تنہا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ۝٤﴾ (سورۃ الاخلاص)

آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کے کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

آیت کریمہ کا معنیٰ : جب کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق دریافت کیا تو یہ سورت

نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ان سے یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں' اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ زندہ رہنے والی اور کائنات کا نظام چلانے والی ہے' اسی کے لیے ساری کائنات کی سرداری ہے اور اس کی ذات پاک سب کے لیے ماویٰ و ملجا ہے' جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے' اس کا نہ کوئی لڑکا ہے نہ لڑکی' اور نہ باپ ہے اور نہ ماں' بلکہ اس نے اس سورہ میں اور دیگر سورتوں میں بھی ان تمام چیزوں کی اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کی شدید مذمت فرمائی ہے' کیونکہ شجرہ نسب اور پیدائش کا ہونا مخلوقات کے صفات میں شمار ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اس نظریہ کی کہ "حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں" اور یہودیوں کے اس عقیدہ کی کہ "عزیر اللہ کے لڑکے ہیں" شدید نکیر و تردید فرمائی ہے' اسی طرح بعض لوگوں کے اس قول کی کہ "فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں" مذمت فرمائی ہے' اور اس کی وضاحت فرمائی کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو اپنی قدرت سے اسی طرح بغیر باپ پیدا فرمایا ہے جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور حضرت حوا کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا فرما دیا' پھر ان کی اولاد یعنی ساری انسانیت کو ماں باپ کے نطفہ سے پیدا فرمایا۔

ابتدائے آفرینش میں ہر چیز کو عدم سے وجود بخشا پھر اس نے اپنے مخلوقات کے سلسلہ میں ایسا نظام مقرر فرما دیا جس میں کوئی شخص تبدیلی نہیں کر سکتا اور اسی باریک قانون فطرت کے تحت وہ چیز معرض وجود میں آتی ہے' مگر یہ کہ خود اللہ تعالیٰ ہی اس نظام و قانون سے ہٹ کر اگر کوئی چیز پیدا کرنا چاہے تو بغیر کسی رکاوٹ کے پیدا کرنے پر قادر ہے' جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا جو ماں کی گود میں ہی بول رہے تھے' اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو سانپ میں تبدیل فرما دیا' اور جب انہوں نے اپنے اسی عصا سے سمندر کو مارا تو اس میں راستہ بن گیا' جس پر سے وہ اور ان کی قوم سمندر عبور کر گئی' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم درختوں کے پاس سے گذرتے تھے تو وہ آپ کو سلام کرتے تھے' اور جانور آپ کی نبوت و رسالت کی باآواز بلند شہادت دیتے تھے جسے لوگ اپنے کانوں سے سنتے تھے' اور آپ کو براق پر سوار کر کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا' پھر وہاں سے آسمانوں تک حضرت جبرئیل کی معیت میں لے جایا گیا اور وہاں سے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا اور پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ لے کر مسجد حرام واپس تشریف

لائے' اور اس سفر میں جو صرف ایک رات کا تھا ہر آسمان پر رہنے والوں سے متعارف ہوئے' اسراء معراج کے واقعہ کی تفصیلات قرآن کریم اور کتب احادیث و تاریخ میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ میں سننا' دیکھنا' علم رکھنا' قدرت رکھنا' اور ارادہ کرنا بھی ہے' چنانچہ وہ ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے اور کوئی چیز بھی اس کو سننے اور دیکھنے سے مانع نہیں' اور رحم کے اندر کی چیزیں اور سینے میں چھپے ہوئے راز' اور دنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بخوبی علم اور واقفیت رکھتا ہے۔

وہ ذات ایسی قادر مطلق ہے کہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو کن (ہو جا) کہتی ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جن صفات سے اپنی ذات پاک کو متصف کیا ہے ان میں سے صفت بھی کلام ہے چنانچہ وہ جس طرح اور جیسے چاہتا ہے کلام فرماتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا' اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کلام فرمایا' اسی طرح قرآن کریم مع اپنے حروف و معانی کلام الٰہی ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور گمراہ فرقہ معتزلہ کے نظریہ کی طرح مخلوق نہیں ہے۔

منجملہ ان صفات کے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کو متصف فرمایا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بیان فرمایا ہے وہ چہرے کا ہونا، دونوں ہاتھ کا ہونا، مستوی ہونا، نزول فرمانا [1]، خوش ہونا اور ناراض ہونا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مومن بندوں سے راضی اور خوش ہوتا ہے اور کفار و مشرکین اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے ناراض اور غصہ ہوتا ہے۔

اور اس کا راضی ہونا اور غصہ ہونا اس کے دیگر صفات کی طرح اس کی شایان شان ثابت ہیں، جو مخلوق کی صفات سے مشابہ نہیں، اور نہ ہی ان کی تاویل کی جاسکتی اور نہ کیفیت بیان کی جاسکتی ہے۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ مومنین میدان محشر میں اور جنت میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اللہ تعالیٰ کے دیگر صفات کا قرآن کریم اور احادیث میں تفصیل سے ذکر آیا ہے وہاں اس کا مطالعہ کرلینا چاہیئے۔

---

(۱) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے"۔

جن و انس کے پیدا کرنے کا مقصد :

جب تم اس پر ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو اس کا بھی یقین رکھو کہ اس نے تم کو ایسے ہی بلا وجہ پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے' چنانچہ ارشاد ہے :

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلرَّزَّاقُ ذُو ٱلْقُوَّةِ ٱلْمَتِينُ﴾ (الذاريات : ٥٦-٥٨)

اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں' میں ان سے نہ روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلایا کریں' اللہ تو خود ہی سب کو روزی پہنچانے والا ہے' قوت والا' مضبوط ہے۔

آیت کریمہ کی اجمالی تفسیر : اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں یہ بیان فرما رہا ہے کہ اس نے جنات [1] و انسان کو صرف اپنی ذات واحد کی عبادت

(١) جنات عقل و فہم رکھنے والی ایک مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کی طرح عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور وہ ان ہی کے ساتھ روئے زمین پر رہتے ہیں لیکن انسان ان کو دیکھ نہیں پاتے۔

کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

اور دوسری و تیسری آیت میں یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندوں سے مستغنی ہے اور ان سے کسی طرح کے کھانے اور روزی کی خواہش نہیں رکھتا بلکہ وہ تو ایسی قادر ذات پاک ہے جو سب کو روٹی روزی دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی کسی کو رزق فراہم نہیں کرتا' وہی ذات بارش برساتا ہے اور زمین سے طرح طرح کے اناج اور رزق پیدا فرماتا ہے۔ اور وہ دوسری ساری مخلوقات جو عقل و فہم نہیں رکھتیں انہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی خدمت و راحت کے لیے پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت ان کی مدد سے بحسن و خوبی انجام دیں اور ان کے ساتھ اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق سلوک کریں۔

کائنات کی ساری مخلوقات' اور اس کی ساری نقل و حرکت اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی حکمت کے تحت ہے جس پر قرآن کریم نے روشنی ڈالی ہے اور جس سے ہر صاحب علم اپنے علم و بصیرت کے بقدر واقفیت رکھتا ہے۔

مثال کے طور پر انسانوں کی عمر میں تفاوت کا ہونا' اور روزی میں کمی بیشی کا ہونا' ابتلاء و آزمائش میں ایک دوسرے میں فرق ہونا' ان سب کا فرق و اختلاف اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی سے ہوتا ہے تاکہ اپنے

عقلمند بندوں کا امتحان لے' چنانچہ جو شخص راضی برضائے الٰہی رہا اور قضاو قدر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا' اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے کی کوشش کرتا رہا تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی اور وہ اس کو سعادت دارین سے نوازے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قضاو قدر کا شکوہ کیا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی اور دنیا و آخرت میں بد بختی کا مستحق ٹھہرا' ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور اپنی ناراضگی سے محفوظ رکھے۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے' حساب و کتاب' جزا و سزا اور جنت و جہنم کا بیان :

جب تم نے اچھی طرح یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو اس پر بھی ایمان و یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان کتابوں میں جن کو اپنے برگزیدہ بندوں پر نازل فرمائی ہیں' بیان فرمایا ہے کہ وہ تم کو موت دینے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہارے دنیاوی نیک و بد اعمال کا بدلہ دے گا اور وہ یوم آخرت ہو گا جس کو یوم جزا بھی کہتے ہیں' کیونکہ انسان موت ہی کے ذریعہ سے دارالعمل اور

دارالفناء سے دارالجزاء اور دارالبقاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' جب انسان دنیا کی اپنی مقررہ عمر پوری کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ موت کے فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لیے بھیجتا ہے چنانچہ روح نکلنے سے پہلے موت کی سخت ترین تکلیف سے دو چار ہونے کے بعد وہ مرجاتا ہے۔

اگر وہ روح بندہ مومن کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دارالنعیم (جنت) میں پہنچا دیتا ہے' اور اگر کافر کی ہوتی ہے تو دارالعذاب (جہنم) میں پہنچا دیتا ہے' تاآنکہ دنیا کے اختتام کا وقت آجائے اور قیامت قائم ہو جائے اور جو لوگ زندہ بچیں ہوں وہ موت کی ابدی نیند سو جائیں' اور سوائے اللہ حی و قیوم کے کوئی ذات زندہ باقی نہ رہ جائے' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ ساری مخلوق یہاں تک کہ حیوانوں کو اٹھائے گا اور سارے جسموں میں روح لوٹا دے گا جو پہلے ہی جیسے ہو جائیں گے' پھر اس کے بعد ان کے دنیوی اعمال پر حساب و کتاب ہوگا اور اسی کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی' کسی عورت و مرد' خادم و مخدوم' امیر و غریب میں کوئی فرق و امتیاز نہ برتا جائے گا اور ذرہ برابر کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی' ظالم سے مظلوم کا حق دلایا جائے گا حتیٰ کی حیوانات سے باہمی ظلم و زیادتی کا بدلہ چکایا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا تم سب مٹی ہو جاؤ کیونکہ جانور جنت یا جہنم میں نہ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جنوں اور انسانوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا' چنانچہ مومنین و صالحین کو جنت میں داخل کرے گا' اگرچہ وہ دنیا میں سب سے غریب رہے ہوں اور کفار و مشرکین کو جہنم رسید کرے گا اگرچہ دنیا میں امیر اور باحیثیت رہے ہوں' ارشاد ہے :

﴿ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡ ﴾ (الحجرات : ۱۳)

تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔

جنت : طرح طرح کی نعمتوں سے بھرپور جگہ ہے جسے انسان بیان نہیں کر سکتا' جس میں سو درجے ہیں اور ہر درجے کے لیے قوت و ایمان اور اللہ کی اطاعت کے اعتبار سے باشندے ہیں' جنت میں سب سے کم درجہ والا شخص دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ کے عیش و آسائش سے ستر گنا زیادہ عیش و عشرت میں ہو گا۔

دوزخ : اس سے اللہ تعالیٰ ہم کو پناہ دے' وہ گوناگوں عذاب و سزا کا مرکز ہے' جس کے بیان سے قلب و جگر لرز جاتے ہیں اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں' اگر قیامت کے بعد دو بارہ موت ہوتی تو محض دوزخ کے دیکھنے ہی سے لوگ مر جاتے' لیکن موت تو صرف ایک بار آتی ہے

جس کے ذریعہ انسان دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم نے موت، حشر و نشر، حساب و کتاب، جزا و سزا اور جنت و دوزخ کا تفصیل سے نقشہ کھینچا ہے اور اس کی ساری چیزوں کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے، جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب اور جزا و سزا کے برحق ہونے پر بکثرت دلائل موجود ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنَـٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴾ (طٰہٰ : ۵۵)

اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی میں سے تمہیں پھر دوبارہ نکالیں گے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُۥ ۖ قَالَ مَن يُحْىِ ٱلْعِظَـٰمَ وَهِىَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا ٱلَّذِىٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴾ (یٰس : ۷۸، ۷۹)

اور ہماری شان میں عجیب (گستاخانہ) مضمون بیان کیا اور اپنی

خلقت کو بھول گیا' کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں' آپ کہہ دیجئے انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا تھا اور وہی سب طرح کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔

ایک جگہ اور فرماتا ہے :

﴿ زَعَمَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن لَّن يُبۡعَثُواْۚ قُلۡ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡۚ وَذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٞ ﴾ (التغابن : ۷)

جو لوگ کافر ہیں ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ (دوبارہ) اٹھائے نہ جائیں گے' آپ (ان سے) کہئے ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی ضرور تم اٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کر چکے ہو اس کی تمہیں خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر (بالکل) آسان ہے۔

آیت کریمہ کی اجمالی تفسیر :

اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں یہ بتانا چاہتا ہے کہ انسان کو اس نے زمین سے یعنی مٹی سے پیدا کیا' اور یہ اس طور پر ہوا کہ اس کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا' اور دوبارہ مرنے کے بعد قبروں میں مٹی ہی میں ملا دے گا اور پھر اپنی اپنی قبروں سے سبھی کو زندہ کرکے

برآمد کرے گا اور ان کا حساب و کتاب لے کر اچھے برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ان کافروں کی تردید فرما رہا ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں اور انہیں تعجب ہوتا ہے کہ ہڈیاں سڑنے گلنے کے بعد کیسے زندہ ہو جائیں گی اور ان کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ ذات پاک جو پہلی مرتبہ ان کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہی ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

اور تیسری آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ انہی کفار و مشرکین کے شبہات کا جواب دے رہا ہے جو کہ بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ناممکن تصور کرتے ہیں تو اس کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرما رہا ہے کہ ان سے قسم کھا کر یہ کہدیں کہ اللہ تعالیٰ بعث بعد الموت پر قادر ہے اور ان کے اعمال سب سامنے آئیں گے اور اسی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں، بلکہ معمولی سی چیز ہے۔

ایک دوسری آیت میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب بعث بعد الموت کے اور جہنم کے منکرین کو زندہ کیا جائے گا تو انہیں جہنم میں عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا :

﴿ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلنَّارِ ٱلَّذِى كُنتُم بِهِۦ تُكَذِّبُونَ ﴾
(السجدة : ۲۰)

لو جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

انسان کے قول و فعل کا ریکارڈ :

اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ انسان جو کچھ بھی اچھا یا برا قول و فعل انجام دے گا' چاہے وہ علانیہ ہو یا پوشیدہ طور پر' سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور لوح محفوظ میں آسمان و زمین اور انسان اور دوسری ساری مخلوقات کے پیدا کرنے سے قبل ریکارڈ کر دیئے گئے ہیں' اور اس کے ساتھ ساتھ ہر انسان کی نگرانی اور اس کے اچھے برے اعمال لکھنے کے لیے دائیں بائیں دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں' دائیں جانب والا فرشتہ نیکیاں لکھتا رہتا ہے اور بائیں جانب والا برائیاں' انسان کا کوئی بھی قول و فعل ان سے فوت نہیں ہوتا اور پھر انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد قیامت میں اسے وہ محفوظ شدہ ریکارڈ دے دیا جائے گا' چنانچہ وہ اس کو پڑھنے کے بعد کسی ایک چیز کے بھی انکار و تردید کی جرأت نہ کر سکے گا' اور جو شخص کسی چیز کا انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ' پیر' آنکھ' کان اور کھال کو بلوا دے گا اور وہ اس کے

خلاف گواہی دیں گے' قرآن کریم میں مذکورہ باتوں کی تفصیل موجود ہے'

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ (ق : ۱۸)

وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ کہ اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار ہے۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝١١ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴾ (الانفطار : ۱۰-۱۲)

درا نحالیکہ تمہارے اوپر (ہماری طرف سے) یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں' وہ جانتے ہیں اس کو جو کچھ تم کر رہے ہو۔

آیت کی تفسیر :

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں ایک داہنے طرف نگراں ہے جو اعمال حسنہ لکھتا ہے اور دوسرا بائیں طرف سخت ہے جو اعمال سیئہ تحریر کرتا ہے۔

اور آخری دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے

لوگوں کے ساتھ کچھ معزز فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو ان کے تمام افعال کو لکھتے رہتے ہیں' اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس نے ان فرشتوں کو بندوں کے تمام افعال کا علم رکھنے اور انہیں لکھ لینے کی قدرت عطا کی ہے' اور اس کے بغیر بھی اللہ کو بندوں کے تمام افعال کا علم ہے اور ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ رہا ہے۔

شہادت :

ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور اس کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں' اور اس کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ جنت و جہنم حق ہے اور روز قیامت کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں' اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو حساب و کتاب کے لیے ان کی قبروں سے برآمد کرے گا اور ان کے نیک وبد اعمال کا بدلہ دے گا' اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہم کو بتایا ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے سب کے سب حرفا حرفا برحق اور شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔

آخیر میں ہم سبھی عقل و فہم رکھنے والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان حقائق پر ایمان لے آئیں اور اس کا اعلان کریں اور اس کے مطابق عمل پیرا ہوں' بس یہی راہ نجات ہے۔

فصل دوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت :

جب تم نے یہ جان لیا کہ اللہ رب العزت وہ ذات پاک ہے جس نے تم کو پیدا فرمایا پھر تم کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہارے نیک و بد اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا' تو اس کے بعد اس کا بھی ایمان و یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے سارے لوگوں کی ہدایت کے لیے اپنا رسول بھیجا ہے' اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا ہے اور اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ صحیح اور درست عبادت و اطاعت کی معرفت اسی رسول کے اتباع کے ذریعہ ہی حاصل کی جا سکتی ہے اور اللہ کی شریعت پر اسی وقت عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے اور اس کی عبادت کا حق ادا کیا جا سکتا ہے جب اس کی کامل ترین اطاعت کی جائے' اور یہ رسول کریم جن پر ایمان لانا اور ان کا اتباع کرنا ہر شخص پر واجب ہے وہ خاتم المرسلین اور تمام لوگوں کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے رسول "محمد" نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' جن کی بعثت کی بشارت حضرت موسیٰ اور

حضرت عیسیٰ نے اپنے اپنے زمانے میں دی تھی جس کا تذکرہ تورات و انجیل میں چالیس سے زائد جگہوں پر آیا ہے اور جس کو یہودی اور عیسائی تورات و انجیل میں تحریف سے قبل پڑھتے و پڑھاتے تھے [1]۔

ولادت باسعادت :

اور یہ پیارے نبی جو خاتم الانبیاء اور ساری انسانیت کی طرف منصب نبوت و رسالت سے مشرف کرکے مبعوث کئے گئے ہیں ان کا نام نامی اور نسب گرامی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القرشی ہے۔ جو روئے زمین پر سب سے شریف قبیلہ کے سب سے سچے اور شریف شخص ہیں جن کا شجرہ نسب حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام سے جا ملتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے' آپ نے جس شب آنکھ کھولی' آپ کے پیدا ہوتے ہی ایک عظیم نور سے

---

(۱) ان بشارتوں کی تفصیلات کا جو تورات و انجیل میں وارد ہوئی ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصنیف ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح'' کی دوسری جلد میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے' اسی طرح علامہ ابن القیم کی کتاب ''ہدایۃ الحیاری'' اور سیرت ابن ہشام اور تاریخ ابن کثیر میں ''معجزات النبوہ'' میں بھی یہ تفصیلات دیکھی جا سکتی ہے۔

پوری کائنات روشن ہوگئی' جس سے لوگ ڈر گئے' کتب تاریخ میں یہ واقعہ نوٹ کیا گیا' اور قریش کے صنم خانوں میں انقلاب برپا ہوگیا' تراشیدہ بت اوندھے منہ گر پڑے اور قیصر و کسریٰ کے ایوان ہل گئے' اور دس سے زائد قندیلیں ٹوٹ کر گر گئیں' اور آتش کدہ فارس بجھ کر ٹھنڈا ہوگیا جو دو ہزار سال سے دہک رہا تھا اور جس کی تیزی و تپش کم تک نہیں ہوتی تھی۔

یہ انقلاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے روئے زمین کے باشندوں کے لیے اعلان و انتباہ تھا کہ خاتم الانبیاء والمرسلین کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے جو ان بتوں کو پاش پاش کریں گے جن کی اللہ کو چھوڑ کر پوجا ہو رہی ہے اور جو قیصر و کسریٰ کی عظیم طاقتوں سے ٹکر لیں گے اور ان کو اسلام کی دعوت دیں گے اور اللہ وحدہ کی عبادت کی تبلیغ کریں گے اور جب وہ اس دعوت پر لبیک کہنے سے انکار کریں گے تو یہ آخری نبی ان سے جہاد کریں گے اور ان کے متبعین ان کا ساتھ دیں گے اور آخر کار یہ لوگ ان طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر فتح یاب ہوں گے اور اللہ کے دین کو ساری زمین پر پھیلائیں گے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے بعد ایسا ہی کیا جیسا کہ اشارہ ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ ایسی خصوصیات سے نوازا ہے جو دوسرے انبیاء و رسل میں نہیں پائی جاتیں' ان میں سے بعض یہ ہیں :

۱ - **خاتم الانبیاء ہونا :** آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء و المرسلین ہیں آپ کے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا۔

۲ - **عموم رسالت :** آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کے لیے رسول بنا کر مبعوث کیۓ گئے ہیں اور سارے لوگ امت محمدیہ کہلائے جائیں گے' جس نے آپ کی اطاعت کی وہ جنتی ہوگا اور جس نے آپ کی نافرمانی کی وہ جہنم رسید ہوگا۔

یہودی اور عیسائی بھی آپ کی مکمل اتباع کے مکلف ہیں' اور جنہوں نے آپ کی پیروی نہ کی اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ لائے وہ در حقیقت حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ اور سارے انبیاء کرام کے منکر ہیں اور یہ سارے انبیاء ان پیروکاروں سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے کیونکہ ان انبیاء کرام نے اللہ کے حکم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دی ہے' اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے' اور اس لئے بھی کہ آپ کا دین اسلام سارے

انبیاء کرام کا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت و رسالت کے ذریعہ درجہ کمال کو پہنچا دیا ہے' اس لیے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دین اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اپنائے کیونکہ دین اسلام ہی آخری اور مکمل دین شریعت ہے اور تاقیامت محفوظ رہنے والا ہے۔

جہاں تک یہودیت اور عیسائیت کا تعلق ہے تو وہ اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ' بلکہ ان میں غیر معمولی طور پر تحریف و تبدیلی کی جا چکی ہے' اس لیے جس نے دین اسلام کی پیروی کی وہ موسیٰ و عیسیٰ اور سارے انبیاء کرام کا متبع ہے' اور جس نے دین اسلام کا انکار کیا وہ موسیٰ و عیسیٰ اور سارے انبیاء کا منکر سمجھا جائے گا' بھلے ہی وہ موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کی اتباع کا دعویٰ کرے' یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں ذی شعور اور انصاف پسند یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد آپ پر ایمان لائی اور دین اسلام میں داخل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات [1] :

سیرت نگاروں نے آپ کے معجزات پر، جو آپ کی رسالت و نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل نمودار ہوئے، تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ پہنچ جاتی ہے، جن میں سے بعض یہ ہیں۔

۱ - **مہر نبوت** : آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کا ہونا۔

۲ - **بادل کا سایہ** : جب آپ دھوپ میں چلا کرتے تھے تو بادل کا ایک ٹکڑا آپ کے اوپر سایہ فگن ہوتا تھا۔

۳ - **کنکری کی تسبیح** : آپ کے ہاتھوں میں کنکریوں نے تسبیح و تحمید کی۔

۴ - **درخت کا سلام** : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو درخت نے سلام کیا۔

۵ - **پیشگوئیاں** : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت

---

(۱) قرآن کی اصطلاح میں معجزات کو آیات کہا جاتا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، لیکن معجزات کا لفظ ہم نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ خارق عادت امور کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ہونے والے بعض واقعات کی پیشگوئیاں فرمائیں تھیں جو رفتہ رفتہ رونما اور حرفا حرفا صحیح ثابت ہو رہی ہیں اور ان کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں اور یہ واقعات جن کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا' حدیث کی کتابوں میں پوری تفصیل کے ساتھ مدون و محفوظ ہیں۔

کتب حدیث کے علاوہ علامات قیامت کے موضوع پر علماء کرام کی کتابوں مثلاً امام ابن کثیر کی تالیف "النہایہ" نیز کتاب "الاخبار المشاعہ فی اشراط الساعۃ" اور کتب حدیث میں "ابواب الفتن و الملاحم" کے تحت بھی یہ تفصیلات مذکور ہیں۔

مذکورہ معجزات دوسرے انبیاء کے معجزات سے مشابہ ہیں' لیکن ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے عظیم معجزہ سے نوازا ہے جو تاقیامت باقی رہے اور جو کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوا' اور وہ عظیم معجزہ ہے :

٦ - **قرآن کریم** : جس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے جس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی نا ممکن ہے' اگر کسی بدبخت نے اس کی کوشش کی تو وہ ناکام و نامراد رہا کیونکہ قرآن کریم کے کروڑوں نسخے ساری دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں جو کہ ایک دوسرے سے ایک حرف اور نقطہ میں بھی مختلف نہیں ہیں۔

لیکن اس کے برعکس تورات و انجیل میں غیر معمولی تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے' ان کے نسخے متعدد اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ہر طباعت' سابقہ طباعت سے مختلف ہوتی ہے' کیونکہ اللہ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری یہودیوں اور عیسائیوں کو سونپی تو انہوں نے ان کے ساتھ کھلواڑ کیا' جب کہ قرآن کی حفاظت کا خود اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴾ (الحجر : ۹)

ہم نے ہی ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن کریم کے کلام اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کے عقلی اور نقلی دلائل

قرآن کریم کے کلام اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کے عقلی اور منطقی دلائل و شواہد میں سے یہ ہے کہ جب کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جس طرح سابقہ امتوں نے اپنے اپنے انبیاء کرام کی تکذیب کی تھی' اور کہا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ نے چیلنج فرماتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا کہ اسی طرح فصاحت و بلاغت سے بھرپور کلام لاکر دکھائیں' چنانچہ زبان دانی کے باوجود وہ اس جیسا کلام لانے سے عاجز رہے' حالانکہ وہ اپنے آپ کو بلاغت و فصاحت اور شعر و شاعری میں چوٹی پر سمجھتے تھے اور ان میں بڑے بڑے شعراء اور نامور مقررین موجود تھے' پھر ان سے صرف یہ مطالبہ کیا گیا کہ اس جیسی دس سورتیں ہی لاکر دکھائیں' سو وہ نہ لاسکے' پھر یہ مطالبہ کیا گیا کہ کم از کم ایک چھوٹی سی سورت قرآن کے مقابلہ میں پیش کر دیں' لیکن وہ اس میں بھی ناکام

رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے خود بنفس نفیس یہ اعلان فرما دیا کہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ بلکہ اگر سارے انسان اور جنات مل کر بھی ایسا کلام پیش کرنا چاہیں تو وہ یقیناً ناکام رہیں گے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

﴿قُل لَّئِنِ ٱجۡتَمَعَتِ ٱلۡإِنسُ وَٱلۡجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِمِثۡلِ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ لَا يَأۡتُونَ بِمِثۡلِهِۦ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٖ ظَهِيرٗا﴾ (الاسراء : ۸۸)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر (کل) انسان و جنات اس بات کے لیے جمع ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں جب بھی اس جیسا نہ لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

اگر قرآن کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یا کسی اور انسان کا کلام ہوتا اور کلام الٰہی نہ ہوتا تو یقیناً اہل عرب اس جیسا کلام پیش کر دیتے اور عاجز و قاصر نہ ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام اسی طرح اعلیٰ و عظیم ترین ہے جس طرح اس کی ذات و صفات مخلوق سے بالاتر اور عظیم الشان ہے، اور جس طرح وہ ذات پاک "لیس کمثلہ شيئ" سے متصف ہے بعینہ اس کا کلام بھی بے نظیر اور بے مثال ہے۔

اس بیان سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام حق

ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول برحق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سوائے رسول کے کسی دوسرے شخص پر نازل نہیں ہوتا۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَـٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

(الاحزاب : ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' البتہ اللہ کے رسول ہیں اور (سب) نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے :

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَـذِيرًا وَلَـٰكِنَّ أَكْـثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سبا : ۲۸)

اور ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کے لیے (نبی بنا کر) بھیجا ہے بطور خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے کے' لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

ایک اور جگہ فرمایا :

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ﴾ (الانبیاء : ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آیات کریمہ کی اجمالی تشریح :

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں' اور وہ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی نبی اور رسول کی بعثت نہیں ہوگی' اور آپ کو عظیم منصب رسالت سے مشرف کیا گیا ہے جس کے آپ ہی مستحق تھے اور جو آپ ہی پر ختم ہونے والا تھا۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے چاہے وہ کالے ہوں یا گورے' عرب ہوں یا غیر عرب' اور یہ بتایا ہے کہ بہت سے لوگ حق اور حقانیت سے ناواقفیت کی وجہ سے گمراہ ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔

اور تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اس نے آپ کی ذات اور بعثت کو سارے جہاں کے لئے رحمت اور باعث برکت بنایا ہے' آپ اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت ہیں جسے اس نے بطور عطیہ ساری انسانیت کو مرحمت فرمایا ہے' جس نے

آپ کی اطاعت اختیار کی اس نے اللہ تعالیٰ کے عطیہ رحمت کو قبول کر لیا اور جنت کا مستحق ہوا اور جس نے آپ کو جھٹلا دیا اور آپ کی تابعداری سے گریز کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ہدیہ رحمت کو ٹھکرا دیا اور جہنم کا مستحق ہوا۔

اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت :

اس لئے ہم ہر عقل و فہم رکھنے والے شخص کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر ان پر ایمان لائے اور آپ کی سنت و شریعت کی مکمل پیروی کرے اور اسی کا نام دین اسلام ہے جس کا اصل ماخذ اور سرچشمہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور سنت طیبہ ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لغزشوں سے محفوظ رکھا ہے اس لیے آپ اللہ ہی کے مرضی سے کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں' اس لیے سچے دل سے کہئے کہ میں اس بات پر ایمان لایا کہ اللہ ہی میرا رب اور معبود برحق ہے اور اس بات پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' اور پھر ان کی پیروی کیجئے کیونکہ یہی راہ نجات ہے' اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سعادت و نجات عطا کرے' آمین۔

تیسری فصل

دین اسلام کی معرفت :

جب تم نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات پاک ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور روزی عطا فرمایا' اور وہی تن تنہا معبود برحق ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔

اور تم نے یہ بھی جان لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف اور ساری انسانیت کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں' تو اب یہ بھی جان لو کہ تمہارا اللہ پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اسی وقت معتبر سمجھا جائے گا جب تم دین اسلام کی صحیح معرفت حاصل کرکے اس پر ایمان لے آؤ اور اس کے مطابق عمل صالح کرو' اس لیے کہ یہی وہ دین اسلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے' اور اسی کا تمام رسولوں کو حکم دیا ہے' اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر سارے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب قرار دیا ہے۔

اسلام کی تعریف :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور حج بیت اللہ کرو اگر اس کے سفر کی استطاعت رکھتے ہو" (بخاری و مسلم)

چنانچہ اسلام وہ عالمی دین ہے جس کے اپنانے کا اللہ تعالیٰ نے سارے لوگوں کو حکم دیا ہے اور تمام انبیاء کرام اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کا انہوں نے اعلان و اعتراف کیا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ یہی وہ دین حق ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا دین قابل قبول نہیں ہوگا، چنانچہ ارشاد ہے :

﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ ﴾ (آل عمران : ١٩)

یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

مزید فرمایا :

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى

ٱلْأَخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ (آل عمران : ۸۵)

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا' اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہو گا۔

آیت کریمہ کی اجمالی تشریح :

اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کے نزدیک معتبر و مقبول دین صرف دین اسلام ہے۔

اور دوسری آیت میں اس کی وضاحت فرمائی کہ دین اسلام کے علاوہ وہ کسی سے بھی کوئی دین قبول نہیں کرے گا' اور مرنے کے بعد صرف مسلمان ہی نیک بخت ہوں گے اور جو لوگ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے ہوئے مر جائیں گے تو وہ بڑے خسارے میں ہوں گے اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رہیں گے' اسی وجہ سے سارے انبیاء کرام نے دین اسلام کو اختیار فرمایا اور اس کی طرف دعوت دی' اور جس نے اس سے روگردانی کی اس سے انہوں نے اعلان براء ت کیا ہے۔ اس لیے جو یہودی یا عیسائی نجات اور سعادت چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اسلام کو قبول کر لیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت و رسالت کا اعتراف کر کے آپ کی شریعت کو اپنالیں تاکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے حقیقی پیرو کار ثابت ہوں' کیونکہ خود حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء کرام مسلمان تھے اور دین اسلام ہی کی انہوں نے دعوت دی ہے' کیونکہ یہی وہ دین ہے جس کے ساتھ اللہ نے انہیں بھیجا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے لیکر تاقیامت کوئی شخص بھی اس وقت تک مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ آپ کی نبوت و رسالت کو تہ دل سے قبول نہ کرلے اور آپ کی سنت و شریعت کی مکمل طور پر تابع داری نہ اختیار کرے اور آپ پر نازل کردہ کتاب قرآن کریم پر عمل پیرا نہ ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ (آل عمران : ۳۱)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا' اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

آیت کریمہ کی اجمالی تشریح :

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویداروں سے یہ فرمادیں کہ اگر تم لوگ واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا' اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ' آپ کی اطاعت اختیار کرو' کیونکہ اللہ تم سے اسی وقت محبت کرے گا۔

اور یہی وہ دین اسلام ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کی طرف لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور یہ ایسا مکمل دین ہے جس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور اپنے بندوں کے لیے اسی دین کو پسند فرمایا ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا دین اس کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے اور اسی دین کی سارے انبیاء کرام نے بشارت دی تھی' ارشاد ہے :

﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾ (المائدہ : ۳)

آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

آیت کریمہ کی اجمالی تشریح :

یہ آیت کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ اور سارے صحابہ کرام حج وداع کے موقع پر عرفات کے دن ذکر الٰہی اور دعا و مناجات میں مصروف تھے' اور دین اسلام پھل پھول کر اپنے عروج پر تھا اور قرآن کریم کا نزول پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اپنے آخری دور میں تھی' چنانچہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کو نازل کرکے یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے لیے دین اسلام کو مکمل فرما دیا ہے اور ان پر اپنی نعمتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ پر قرآن نازل کرکے مکمل کردی ہیں' نیز ان کے لیے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا ہے جس سے وہ کبھی ناراض نہیں ہوگا' اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور دین قبول کرے گا' اور وہ دین اسلام جس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں وہ ایسا مکمل دین و شریعت ہے جو ہر زمانے اور ہر علاقے اور ہر قوم کے لیے موزوں و مناسب ہے' وہ علم' آسانی' خیر و برکت اور عدل و انصاف والا دین ہے' اسلام زندگی کے مختلف شعبہ جات کے لیے ایک مکمل اور واضح منہج ہے' چنانچہ وہ دین و سیاست دونوں پر مشتمل ہے'

اس میں حکومت، قضا، سیاست، اور معاشرتی و اقتصادی امور نیز ہر اس چیز کے بارے میں رہنمائی موجود ہے جس کی ایک انسان کو ضرورت پیش آسکتی ہے، اور اسی دین میں انسان کی اخروی زندگی کی سعادت بھی ہے۔

ارکان اسلام :

دین اسلام جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے ہیں کل پانچ رکنوں پر مشتمل ہے، جن پر ایمان لائے اور ان کے تقاضوں پر عمل کئے بغیر کوئی شخص صحیح طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا، وہ پانچ رکن یہ ہیں :

۱ - اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں :

۲ - نماز قائم کرنا۔

۳ - زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴ - رمضان کے روزے رکھنا۔

۵ - استطاعت رکھنے پر حج بیت اللہ کرنا[۱]۔

---

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر

کلمہ شہادت کے کچھ معانی و مفاہیم ہیں جن کا ہر مسلمان کے لئے جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے اور جو لوگ بغیر سوچے سمجھے اس کو صرف اپنی زبانوں سے دہرا لیتے ہیں اور اس کے معنی سے واقفیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس پر عمل کرتے ہیں وہ صحیح معنوں میں اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

چنانچہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" کے معنی یہ ہیں کہ زمین و آسمان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود برحق نہیں ہے' اسی کی ذات پاک تن تنہا معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ سارے معبود باطل ہیں۔

"الہ" کے معنی معبود کے ہیں' جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ کافر اور مشرک ہے' اگرچہ اس کا معبود کوئی نبی یا ولی کیوں نہ ہو' اور وہ اس کی عبادت اس دلیل سے کرتا ہو کہ وہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب اور وسیلہ حاصل کر رہا ہے' کیونکہ وہ مشرکین جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فرمایا وہ بھی انبیاء اور اولیاء کی اسی دلیل سے

= ہے: اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا' اور استطاعت کے وقت حج بیت اللہ کرنا' (بخاری و مسلم) قرآن کریم سے دلائل کا ذکر قدرے تفصیل سے ہر رکن کی تشریح کے ضمن میں آئے گا۔

عبادت کیا کرتے تھے' لیکن ان کی یہ دلیل باطل اور مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تقرب اور توسل حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی اور کی عبادت کی جائے' اللہ تعالیٰ کا تقرب اور توسل تو اعمال صالحہ اور اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے جس کا خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے' جیسے نماز پڑھی جائے' روزے رکھے جائیں' جہاد کیا جائے' صدقہ و خیرات کیا جائے' حج کیا جائے' والدین کی خدمت کی جائے اور مومن بندہ اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرے وغیرہ۔

عبادت کی قسمیں :

عبادت کی بہت سی قسمیں ہیں' ان میں سے چند درج ذیل ہیں :

۱ - دعا : اپنی ان ضروریات کو طلب کرنا جن کو پورا کرنے کی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی طاقت و قدرت نہیں رکھتا' جیسے بارش برسانا' مریض کو شفا عطا کرنا' مصیبتوں کو ٹالنا اور دور کرنا جس کو ٹالنے کی کوئی انسان طاقت نہیں رکھتا' اور جیسے جنت کا سوال کرنا' جہنم سے پناہ طلب کرنا' اولاد مانگنا' رزق طلب کرنا' چین و سکون چاہنا' اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور سے نہیں

طلب کی جاتیں' اور جس نے کسی مخلوق سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ ان میں سے کسی چیز کا طلب گار ہوا اس نے اس کی عبادت کی' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ صرف اللہ سے سوال کریں اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ دعا بھی عبادت ہے اور جس نے کسی غیر اللہ کو پکارا وہ دوزخی ہو گا' چنانچہ ارشاد ہے :

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (المومن : ٦٠)

اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا' بے شک جو لوگ میری عبادت سے از راہ تکبر اعراض کرتے ہیں' عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

اور دوسری آیت میں یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ کسی کے لیے نفع و نقصان کے مالک نہیں اگرچہ وہ انبیاء اور اولیاء ہوں۔

﴿قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِۦ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ ٱلضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ (الاسراء : ٥٦)

آپ کہہ دیجئے تم جن کو اللہ کے سوا معبود قرار دے رہا ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف دور کر سکتے ہیں اور نہ (اسے) بدل سکتے ہیں۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ وَأَنَّ ٱلْمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا ﴾ (الجن : ۱۸)

اور جتنی مسجدیں ہیں (سب) اللہ کا حق ہیں سو اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔

عبادت کے اقسام میں :

۲ - ذبح کرنا' نذر ماننا اور نیاز پیش کرنا بھی ہے۔

کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے لیے قربانی کرے یا نذر و نیاز پیش کرے' جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا' مثلاً کسی قبر یا جنات کی رضا و خوشنودی کے لیے ذبح کیا تو اس نے غیر اللہ کی عبادت کی اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوا' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴾

(الانعام : ۱۶۲' ۱۶۳)

آپ کہہ دیجئے میری نماز اور میری (ساری) عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت (سب) جہانوں کے پروردگار اللہ ہی کے لیے ہیں، کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں مسلموں میں سب سے پہلا ہوں۔

امام مسلم کی روایت کردہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"جس نے غیراللہ کے لیے ذبح کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

جب کسی شخص نے یہ کہا کہ جب میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں فلاں کے لیے بطور نذر صدقہ کروں گا یا کچھ اور کروں گا، تو یہ نذر شرک ہو جائے گی کیونکہ یہ نذر مخلوق کے لیے کی گئی ہے اور نذر عبادت ہے اس لئے یہ کسی مخلوق کے لئے جائز نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہیئے۔

مشروع نذر یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کروں گا یا کوئی اور عبادت کروں گا، تو یہ نذر جائز ہے۔ اسی طرح عبادت کی قسموں میں :

(۳) استغاثہ[1] استعانت[2] اور استعاذہ[3] بھی ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ فریاد کی جائے اور نہ مدد طلب کی جائے' اور نہ پناہ طلب کی جائے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ (الفاتحہ : ۴)

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ۝١ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ﴾

(الفلق : ۱'۲)

آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں' تمام مخلوقات کے شر سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''مجھ سے فریاد نہیں کی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ سے فریاد طلب کی جاتی ہے''۔ حدیث صحیح ہے اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

---

(۱) ۱ - فریاد کرنا ۲ - مدد طلب کرنا ۳ - پناہ طلب کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں :

"جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو"۔ امام ترمذی نے اسے روایت کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے۔

اور جہاں تک دنیوی طور پر فریاد اور مدد طلب کرنے کا مسئلہ ہے تو صرف اسی انسان سے طلب کرنا جائز ہے جو زندہ اور موجود ہو اور مطلوبہ چیز کے دینے کی قدرت رکھتا ہو۔

اور استعاذہ یعنی پناہ طلب کرنا، تو یہ صرف اللہ جل شانہ کے شایان شان ہے، اس کے علاوہ کسی مردہ یا غائب سے پناہ طلب کرنا قطعاً جائز نہیں، کیونکہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں، خواہ وہ کوئی نبی ہو یا ولی یا فرشتہ۔

غیب کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے پاس نہیں، جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے جس کی تکذیب ضروری ہے۔

جس نے کسی چیز کی پیشگوئی کی اور اتفاق سے صحیح ثابت ہوئی تو وہ محض اتفاق تصور کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"جو شخص کسی نجومی یا قیافہ شناس کے پاس حاضر ہوا اور اس کی

باتوں کی تصدیق کی تو اس نے جو چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی (یعنی قرآن) اس کی تکذیب کی"۔ امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ عبادت کی قسموں میں :

۴ ۔ توکل، رجاء اور خشیت بھی ہے۔

توکل کے معنی یہ ہیں کہ انسان سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی پر توکل و بھروسہ نہ کرے۔

رجاء یعنی امید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید نہ رکھے۔

خشیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے خوف و خشیت نہ رکھے۔

لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج بہت سے اسلام کے دعویدار لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ زندہ لوگوں سے اور قبروالوں سے بھی مرادیں مانگتے ہیں، قبروں کا طواف کرتے ہیں اور ان سے مراد پوری کرنے کی درخواست کرتے ہیں، یقیناً یہ اعمال غیر اللہ کی عبادت ہیں اور ان کا مرتکب مسلمان نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، کلمہ پڑھے اور صوم صلاۃ کا پابند ہو، اور بیت اللہ کا حج کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾ (الزمر : ٦٥)

اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی طرف بھی اور جو آپ سے قبل گذر چکے ہیں ان کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ (اے مخاطب) اگر تونے شرک کیا تو تیرا عمل سب غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑ کر رہے گا۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ (المائدہ : ٧٢)

جو کوئی اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک کرے گا' سو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا' اور اس کا ٹھکانہ (دوزخ کی) آگ ہے اور (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ یہ اعلان کردیں :

﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴾

(الکہف : ١١٠)

آپ کہہ دیجئے میں تو بس تمہارے ہی جیسا بشر ہوں' میرے
پاس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے' سو جو
کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے' تو اسے چاہیئے
کہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو
بھی شریک نہ کرے۔

بعض علماء سوء نے ناخواندہ عوام کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے' جو حقیقی توحید سے جو کہ دین اسلام کی بنیاد ہے بے خبر ہیں اور صرف بعض فروعی مسائل کی معرفت رکھتے ہیں' چنانچہ وہ علماء سوء شفاعت اور وسیلہ کی بحث کے در پردہ شرک کی دعوت دے رہے ہیں' بعض نصوص کی انتہائی رکیک اور باطل تاویلیں اور چند جھوٹی احادیث ان کی دلیل ہیں' یہ اپنے بدعات و شرکیات کو ثابت کرنے کے لیے شیطانی خواب تک پیش کرنے سے باز نہیں آتے' جن کو انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کرنے کے لیے بطور دلیل و ثبوت جمع کر رکھا ہے اور شیطان اور خواہشات کی پیروی اور آباء واجداد کی اندھی تقلید کا وہی طرز عمل اختیار کئے ہوئے ہیں جو پہلے کے مشرکین اپنائے ہوئے تھے۔

وسیلہ کی حقیقت :

وہ وسیلہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اس ارشاد سے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے :

﴿ وَٱبۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ ﴾ (المائدہ : ۳۵)

اور اس تک وسیلہ تلاش کرو۔

وہ توحید خالص اور اعمال صالحہ ہیں ' جیسے نماز' روزہ' صدقہ' حج' جہاد' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' اور صلہ رحمی' وغیرہ۔

رہا مردوں سے مرادیں مانگنا اور مصیبتوں کے وقت ان سے فریاد طلب کرنا اور اس طرح کے سارے اعمال' تو یہ غیراللہ کی عبادت میں شامل ہیں۔

شفاعت کا بیان :

انبیاء کرام اور اولیاء اللہ اور دوسرے مسلمانوں کی شفاعت' جب کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی اجازت دیں گے' ہم اس کے برحق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں' لیکن یہ شفاعت مردوں سے طلب کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ صرف اللہ جل شانہ کا حق ہے اور یہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمادے۔

چنانچہ ایک صحیح العقیدہ موحد شخص اللہ تعالیٰ سے شفاعت طلب کرتے ہوئے یوں کہے "اے اللہ میرے بارے میں اپنے رسول اور صالح بندوں کی شفاعت قبول فرما" لیکن یہ ہرگز نہ کہے "اے فلاں شخص ہمارے لئے سفارش کر دے" وغیرہ' کیونکہ وہ مرچکا ہے اور مردے سے کبھی بھی کوئی چیز طلب نہیں کی جا سکتی' خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا لَّهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (الزمر : ۴۴)

آپ کہہ دیجئے سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے' اسی کی سلطنت آسمانوں اور زمین میں ہے' پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

بعض وہ چیزیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح احادیث میں ان کے ارتکاب سے منع فرمایا اور ان سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ قبروں پر قبے تعمیر کرنا اور ان کو پختہ کرنا' ان پر لکھنا' چراغاں کرنا اور چادریں چڑھانا اور مقبرہ میں نمازیں پڑھنا ہے۔

ان سب چیزوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے

روکا ہے' کیونکہ ان ہی چیزوں سے قبر پرستی کی ابتدا ہوتی ہے۔

یہاں پر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جو لوگ بعض قبروں اور درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں ان کا یہ عمل ایک طرح کا شرک باللہ ہے' جیسے مصر میں بدوی اور سیدہ زینب اور عراق میں شاہ عبدالقادر جیلانی اور اہل بیت کی قبروں پر اس غرض و غایت سے حاضری دیتے ہیں کہ ان کی فریاد رسی ہوگی' مرادیں پوری ہوں گی' بعض علاقوں میں تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں' اور صاحب قبر کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں' ظاہر ہے کہ ان کا یہ عقیدہ اور عمل انہیں گمراہ مشرکوں کی صف میں لے جاکر کھڑا کر دیتا ہے اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعوٰی کرتے ہوں' نماز اور روزہ کی پابندی کرتے ہوں اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو چکے ہوں اور کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنی زبانوں سے بار بار دہراتے ہوں' کیونکہ جو لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے وہ اس وقت تک مومن حقیقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس کے مفہوم و معانی کو نہیں سمجھے اور اس کے مطابق عمل صالح نہ کرے۔ البتہ غیر مسلم جب اس کلمہ توحید کا اقرار کر لیتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے تا آنکہ اس کے منافی کسی چیز کا ارتکاب کرلے جو اپنی سابقہ کفر و شرک کی زندگی میں کیا کرتا تھا' جس طرح یہ

جاہل لوگ کرتے ہیں- یا فرائض اسلام کو جان لینے کے بعد ان میں سے کسی چیز کا انکار کر دے' یا دین اسلام کے علاوہ کسی دین پر ایمان رکھے-

انبیاء کرام اور اولیاء اللہ [1] ان حضرات سے اپنی براءت و بیزاری کا اظہار کریں گے جو ان سے دعائیں مانگتے ہیں اور فریاد چاہتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ توحید خالص اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں اور غیراللہ کی عبادت سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی منع کریں-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت یا اولیاء اللہ سے عقیدت

---

(۱) اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید خالص اختیار کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبع اور اطاعت گذار ہیں' ان میں سے بعض لوگوں کی معرفت ان کے علم و فعل اور جہاد وغیرہ سے ہو جاتی ہے اور کچھ لوگوں کی معرفت نہیں ہو پاتی' اور جن لوگوں کی معرفت ہو جاتی ہے وہ یہ نہیں چاہتے کہ لوگ ان کی تعظیم و تکریم کریں' حقیقی اولیاء ولایت کا دعویٰ نہیں کرتے' بلکہ وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہیں' ان کا کوئی مخصوص لباس اور مخصوص ہیئت نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پوری طرح سے متبع سنت ہوتے ہیں اور ہر مسلمان جو موحد اور متبع سنت ہو تو وہ اپنی طاعت و عبادت کے بقدر درجہ ولایت سے متصف ہوتا ہے- اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مخصوص لباس وغیرہ لے کر منصب ولایت کے دعویدار ہو جاتے ہیں تاکہ لوگ ان کی تعظیم و تکریم کریں وہ حقیقت میں ولی نہیں بلکہ دھوکہ باز ہیں-

کے معنی یہ نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے کیونکہ یہ تو ان سے عداوت ہے' بلکہ ان سے صحیح عقیدت و محبت کا معیار یہ ہے کہ ان کی سچی پیروی کی جائے اور ان کے طریقہ پر چلا جائے' حقیقی مسلمان وہ ہے جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے محبت تو کرتا ہے لیکن ان کی عبادت نہیں کرتا' اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے وہ بھی ایسی محبت جو اپنے نفس' اہل و عیال اور سارے جہاں کی محبت سے زیادہ ہو۔

فرقہ ناجیہ :

مسلمان تعداد میں بکثرت ہیں لیکن در حقیقت وہ بہت کم ہیں' اسلام کی طرف انتساب کرنے والی جماعتوں کی تعداد ۷۳ فرقوں تک پہنچ چکی ہے جن کی مجموعی تعداد کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے' لیکن عقیدہ اور عمل صالح کے اعتبار سے صرف ایک ہی جماعت ایسی ہے جو توحید کی علمبردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی صحیح پیروکار ہے' جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا ہے :

"یہودی ۷۱ فرقوں میں اور عیسائی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے

اور عنقریب میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی' سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے"۔ صحابہ نے عرض کیا وہ کون سی جماعت ہوگی یا رسول اللہ' تو آپ نے فرمایا :

"جو جماعت اس طریقہ پر ہوگی جس پر آج میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں" بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام جس طریقہ پر تھے وہ یہ ہے کہ کلمہ توحید کی شہادت اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کے بعد صرف اللہ جل شانہ ہی سے دعا کرے' اسی کے لیے ذبح کرے' اسی کے لیے نذر پوری کرے' اسی سے فریاد طلب کرے اور اسی سے مدد مانگے اور اسی کی پناہ ڈھونڈھے' اور یہ عقیدہ رکھے کہ نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے اندر نہیں' اسی طرح ارکان اسلام کو بحسن و خوبی انجام دے' اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں' نازل کردہ آسمانی کتابوں' بھیجے ہوئے رسولوں' دوبارہ اٹھنے اور حساب و کتاب' جنت و جہنم' اور اچھی بری تقدیر پر ایمان و یقین رکھے' اور قرآن و سنت کی بالادستی قبول کرتے ہوئے اپنے سارے فیصلے انہی کی روشنی میں کرائے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دے' اور اللہ والوں سے

محبت اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرے' اللہ کا دین پھیلانے کی کوشش کرے' اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھرپور حصہ لے' اور نیک مسلمان حکمرانوں کی جب وہ امر بالمعروف کریں تو اطاعت کرے' اور جہاں کہیں بھی ہو حق بات کہنے میں جھجک نہ محسوس کرے' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور اہل بیت سے محبت و عقیدت رکھے' اور صحابہ کرام سے محبت رکھے' اور ان کے حسب درجات و مراتب ان کی فوقیت اور فضیلت کا اعتراف کرے اور ان سب کے لیے اللہ سے رضامندی کی دعا کرے' ان کے درمیان باہمی مشاجرات کو نظر انداز کرے' اور ان منافقین اور منحرفین کی باتوں کی طرف توجہ نہ دے جو انہوں نے صحابہ کے خلاف کیچڑ اچھالنے اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے گھڑا ہے اور جس سے دھوکہ کھا کر بعض علماء و مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں محض حسن نیت کی بنا پر ذکر کر دیا ہے۔

جو لوگ اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے "سید" لکھتے ہیں انہیں اپنے شجرۂ نسب پر اچھی طرح نظر ثانی بلکہ تحقیق کر لینی چاہیئے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت بھیجتا ہے جو اپنا انتساب اپنے اباء و اجداد کے علاوہ کسی اور سے کرتے ہیں' اور جب تحقیقی طور پر کسی کا نسب اہل بیت سے ثابت ہو جائے تو اس کے لیے ضروری

ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی توحید خالص میں پیروی کرے اور گناہوں سے پرہیز کرے اور اس کا ہرگز موقع نہ دے کہ لوگ اس کی قدم بوسی اور عزت و عظمت میں مبالغہ آرائی کریں' اور اپنے آپ کو لباس و پوشاک کی تراش و خراش میں نمایاں نہ رکھے کیونکہ یہ سب چیزیں خلاف سنت ہیں' صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

حکمرانی اور قانون سازی صرف اللہ کا حق ہے :

کلمہ شہادت "لا الہ الا اللہ" کے اقرار و اعتراف کے بعد اس کا بھی ایمان و یقین رکھنا ضروری ہے کہ حکمرانی اور قانون سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ ایسا قانون بنائے جو قانون الٰہی سے متصادم ہو' اسی طرح کسی مسلمان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے خلاف فیصلہ کرے اور نہ خلاف شریعت فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرے' اسی طرح جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے حلال کر دینے کا کوئی شخص مجاز نہیں' جس شخص نے اس الٰہی فیصلہ کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کی یا شریعت کے مخالف فیصلہ کو قابل قبول تصور کیا اور راضی رہا تو وہ کافر ہو گیا' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ (المائدہ : ۴۴)

اور جو کوئی اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ تو کافر ہیں۔

انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد :

توحید کی دعوت : انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد اور ان کی سب سے عظیم ذمہ داری "لا الہ الا اللہ" کا اقرار اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی دعوت ہے' اور وہ صرف اللہ واحد کی عبادت ہے اور سارے معبودان باطل کی عبادت اور ان کے قوانین سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے اور شریعت الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔

جو شخص اندھی تقلید سے ہٹ کر بغور قرآن کریم کا مطالعہ کرے اس کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ جن باتوں کو ہم نے وضاحت سے بیان کیا ہے وہی حق اور کتاب و سنت کے موافق ہیں اور مزید اس کو یہ بھی علم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پاک کے ساتھ اور تمام مخلوقات کے ساتھ بھی انسان کے تعلقات کی تعیین کر دی ہے۔

چنانچہ اپنے تعلقات کو ایک مومن بندے سے اس طرح استوار اور

باقی رکھنے کا حکم دیا ہے کہ عبادت کی ساری قسمیں صرف اس ذات پاک کے لیے مخصوص کی جائیں اور کسی دوسرے مخلوق کے لیے کسی طرح کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ عبادت نہ کی جائے' اسی طرح انبیاء کرام اور نیک و صالح بندوں سے محبت اور عقیدت اپنی محبت کے تابع قرار دیا ہے اور ان کی اقتدا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح کافروں اور مشرکوں سے بغض و عداوت کا تعلق رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرتا ہے' اور ان کو دین اسلام کی دعوت دے اور اسلامی عقائد کو ان کے سامنے اچھی طرح بیان کرے تاکہ وہ انہیں قبول کرلیں' اور اگر وہ دین حق کے قبول کرنے سے انکار کریں اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں تو ان سے اعلان جہاد کر دیا جائے تاکہ کفر و شرک کے فتنوں کا قلع قمع ہو جائے اور دین اسلام کا بول بالا ہو جائے۔

کلمہ توحید "لا الہ الا اللہ" کے اس عظیم مفہوم اور مطلب کا ہر مسلمان کو جاننا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقی طور پر مسلمان ہو جائے۔

شہادت "رسالت" کا معنی :

کلمہ توحید کے دوسرے جز "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں" کی شہادت کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کا اعتقاد و علم رکھیں کہ جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ساری انسانیت کی طرف رسول بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں' اور وہ ایک برگزیدہ بندے ہیں جن کی عبادت نہیں کی جا سکتی' اور جلیل القدر رسول ہیں جن کی تکذیب نہیں کی جا سکتی' بلکہ آپ کی اطاعت و اتباع کرنا ضروری اور واجب ہے' جس نے آپ کی اطاعت و اتباع کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے آپ کی نافرمانی کی جہنم رسید ہو گا۔

ہم سب کو اس کا بھی عقیدہ و یقین رکھنا چاہیئے کہ اسلامی شریعت کے احکام کا جاننا خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا مختلف شعبہ جات کے عدالتی اور قانونی نظام سے ہو' یا حلال و حرام سے ہو' یہ تمام کی تمام چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطہ سے ہم کو حاصل کرنی ہیں' کیونکہ آپ کی ذات ایسے رسول کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام و شریعت کو انسان تک پہنچانے والے ہیں' لہذا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لائے ہوئے دین و شریعت کے علاوہ کسی اور دین و شریعت کو قبول کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾
(الحشر : ۷)

اور جو کچھ رسول تمہیں دے دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے وہ تمہیں روک دیں رک جایا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ (النساء :۶۵)

سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان میں آپس میں ہو' آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ کردیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں۔

مذکورہ آیتوں کی تشریح :

اللہ تعالیٰ پہلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو یہ حکم فرما رہا ہے کہ وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام چیزوں میں اطاعت و اتباع کریں جن کا آپ انہیں حکم دیں اور ان تمام چیزوں سے رک جائیں جن سے آپ منع کریں' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر یہ فرما رہا ہے کسی شخص کا اس وقت تک اللہ اور اس کے رسول پر ایمان معتبر اور صحیح نہیں ہو سکتا جب تک باہمی اختلافات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ نہ کرائے اور پھر اس فیصلے کو بخوشی تسلیم کرلے' خواہ اس کے موافق ہو یا خلاف پڑے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"جو شخص ایسا عمل کرے جو ہمارے دین و شریعت کے مطابق نہیں وہ ناقابل قبول ہے" اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

خلاصہ کلام :

جب تم نے کلمہ توحید و رسالت کا معنیٰ اچھی طرح جان لیا اور تم کو اس کا بھی اندازہ ہوگیا کہ یہ عظیم الشان کلمہ اسلام کی کنجی اور اس کی بنیاد ہے جس پر سارے اسلام کا دارو مدار ہے تو تم کو صدق دل سے

اس کلمہ پر ایمان و یقین رکھنا چاہیئے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونا چاہیئے' تاکہ سعادت دارین نصیب ہو اور مرنے کے بعد عذاب الٰہی سے محفوظ رہ سکو' اور یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ کلمہ توحید و رسالت کے اقرار کا تقاضا تمام ارکان اسلام پر عمل کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے ان عبادات کو اسی لئے فرض فرمایا ہے کہ وہ اخلاص اور صدق دل سے ان کو بجا لائیں' اور جس شخص نے ارکان اسلام میں سے کسی بھی رکن کو بغیر شرعی عذر کے چھوڑ دیا تو اس کی شہادت توحید و رسالت معتبر و مقبول نہیں۔

نماز کا بیان :

اسلام کا دوسرا عظیم الشان رکن نماز ہے' دن و رات میں پانچ وقت کی نماز اللہ تعالیٰ نے اس امت پر فرض فرمائی ہے' تاکہ ایک مسلمان بندہ اور اس کے خالق کے مابین ایک تعلق قائم رہے' اور اللہ کے حضور وہ مناجات کرے اور اس سے دعائیں کریں' اور اس لیے بھی کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائیوں سے باز رکھے جس کی بدولت اسے ایسا قلبی اطمینان و سکون اور جسمانی آرام و راحت نصیب ہو کہ اس کو دنیوی و اخروی سعادت میسر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کی ادائیگی کے لیے جسم اور کپڑوں اور جائے نماز کی طہارت لازمی قرار دی ہے' لہٰذا ایک مسلمان نماز پڑھنے سے پہلے پاک و صاف پانی سے اپنے بدن کو ظاہری نجاستوں سے پاک و صاف کرتا ہے' دوسری طرف اپنے دل و دماغ کو باطنی بیماریوں سے صاف و شفاف کرتا ہے۔

نماز دین اسلام کا ستون ہے اور شہادت توحید و رسالت کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔ ایک مسلمان کے لیے بالغ ہونے کے بعد سے لے کر مرتے دم تک اس کی پابندی کے ساتھ ادائیگی ضروری ہے' اسی طرح اپنے اہل نیز بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اس کی تعلیم دینا ضروری ہے تاکہ وہ نماز کے عادی ہو جائیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ كِتَـٰبًا مَّوْقُوتًا ﴾ (النساء : ۱۰۳)

بیشک نماز تو ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔

دوسری جگہ مزید ارشاد ہے :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ

وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝

(البینہ : ۵)

حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی ہی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لیے خالص رکھیں' یکسو ہو کر' اور نماز کی پابندی کریں' اور زکوٰۃ دیں' اور یہی درست دین ہے۔

مذکورہ آیتوں کی اجمالی تشریح :

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ نماز مسلمانوں پر ایک لازمی فریضہ ہے' اور ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقررہ اوقات میں اس کی ادائیگی کریں۔

اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے جس عظیم مقصد کے تحت انسان کو پیدا فرمایا اور اس پر اپنے احکام صادر فرمائے وہ یہ ہے کہ لوگ اسی کی تن تنہا عبادت کریں اور خالص عبادت اسی کا حق سمجھیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ حقداروں تک پہنچائیں۔

نماز تمام مسلمانوں پر فرض ہے چاہے حالات کیسے بھی ہوں' چنانچہ خوف اور مرض کی حالت میں بھی حسب استطاعت نماز ادا کرے' اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے ورنہ بیٹھ کر' اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر اور اس کی بھی طاقت نہ

ہو تو اپنی آنکھ کے اشارے یا دل کی توجہ سے ادا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ نماز چھوڑنے والے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، مسلمان نہیں، چنانچہ ارشاد ہے :

"ہمارے اور کافروں کے درمیان فرق نماز کا ہے، تو جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا" (حدیث صحیح)

وہ پانچ نمازیں جو فرض ہیں یہ ہیں : فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

نماز فجر : اس کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر طلوع آفتاب تک رہتا ہے، لیکن اسے بالکل آخری وقت تک موخر کرنا جائز نہیں۔

نماز ظہر : اس کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کسی چیز کا سایہ اس کے سایۂ اصلی کے بعد ایک مثل ہو جائے۔

نماز عصر : اس کا وقت ظہر کے اختتام سے لے کر سورج میں زردی آنے تک رہتا ہے، لیکن اسے بالکل آخری وقت تک موخر کرنا جائز نہیں، بلکہ اس وقت پڑھنا چاہیئے جب سورج سفید اور خوب روشن ہو۔

نماز مغرب : اس کا وقت غروب آفتاب سے لے کر غروب شفق

احمر تک رہتا ہے‘اس کو بھی آخری وقت تک موخر کرنا درست نہیں۔

نماز عشاء : اس کا وقت مغرب کے اختتام سے شروع ہوتا ہے اور آخیر رات تک رہتا ہے‘اس کے بعد تاخیر نہیں کی جاسکتی۔

اگر کسی شخص نے ایک وقت کی نماز بھی بغیر کسی شرعی عذر کے تاخیر سے پڑھی تو اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور اسے اللہ سے توبہ و استغفار کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ (الماعون : ۴‘۵)

سو بڑی خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔

نماز کے احکام ومسائل :

نماز کی ادائیگی کے لیے سب سے پہلی شرط طہارت ہے۔

جب کوئی مسلمان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو وہ سب سے پہلے اپنے پیشاب پاخانہ کی جگھوں کو پیشاب اور دوسری نجاستوں سے خوب اچھی طرح پاک و صاف کرے‘ پھر مسنون طریقے سے وضو کرے‘ اور وضو کی نیت زبان سے نہ کرے اس لیے کہ نیت دل کا فعل ہے اور اللہ

تعالیٰ اسے جانتا ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے نیت نہیں فرمائی ہے۔

وضو کا طریقہ :

سب سے پہلے بسم اللہ پڑھے' پھر کلی کرے' ناک میں پانی ڈالے اور اسے صاف کرے' پھر پورے چہرے کو دھوئے' اس کے بعد کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھوئے' دائیں ہاتھ کو پہلے دھوئے' پھر دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کرے' پھر کانوں کا بھی مسح کرے' پھر آخیر میں ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئے اور داہنے پاؤں کو پہلے دھوئے۔

جب کوئی شخص طہارت کے بعد بیہوش ہو جائے' یا پیشاب و پاخانہ یا ہوا کا اخراج ہو جائے یا نیند سے سو جائے تو اسے نماز پڑھنے کے لیے دوبارہ طہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح اگر کسی مرد یا عورت کو سونے یا جاگنے میں شہوت سے منی نکل آئے تو اسے غسل جنابت کرنا ہوگا' اور عورت جب حیض یا نفاس سے فارغ ہو تو اس پر بھی غسل کرنا واجب ہے' کیونکہ حیض و نفاس کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اور طہارت حاصل ہونے

تک اس پر نماز فرض نہیں ہوتی' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رخصت دیتے ہوئے اس کی قضاء بھی ضروری قرار نہیں دی ہے' اس کے علاوہ دوسرے اعذار کی وجہ سے اگر نماز وقت پر ادا نہیں کی تو مردوں کی طرح اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

تیمم کا طریقہ :

جب وضو یا غسل کے لیے پانی نہ ملے' یا پانی کا استعمال نقصان دہ ہو مثلاً بیمار شخص کے لیے' تو اس صورت میں تیمم مشروع ہے۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں تیمم کی نیت کرے اور بسم اللہ پڑھے اور دونوں ہاتھ مٹی پر مارے' پھر ان کو چہرے پر پھیرے' پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کے اوپر اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے اوپر پھیرے' اتنا کرنے سے طہارت مکمل ہو گی۔

تیمم حیض یا نفاس سے طہارت حاصل کرنے نیز وضو اور غسل کے وجوب کے بعد پانی نہ ہونے یا پانی کے استعمال میں خطرہ محسوس ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ :

نماز فجر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ نمازی خواہ عورت ہو یا مرد دل

سے نماز فجر کی نیت کر کے قبلہ کی طرف متوجہ ہو' زبان سے کسی قسم کی نیت نہ کرے اور سجدے کی جگہ پر نظر جما کر "اللہ اکبر" کے الفاظ سے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر دعائے استفتاح پڑھے' ایک دعائے استفتاح یہ ہے :

" سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ "

اے اللہ تو پاک ہے' تعریف تیرے لیے ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

(الفاتحہ : ۱-۷)

(ساری) تعریف اللہ کے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار اور رحمن اور رحیم ہے' (وہ) مالک روز جزا ہے' ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں' ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما' ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے' نہ کہ ان لوگوں کا (راستہ) جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔

قادر ہونے پر اس پوری سورت کا عربی الفاظ میں تلاوت کرنا ضروری ہے کیونکہ قرآن عربی زبان ہی میں ہے اور ترجمہ اس کے مفہوم و معانی کا ہوتا ہے اور اس کے کلمات و حروف کا ترجمہ کر دینے سے اس کی بلاغت اور اعجاز ختم ہو جائے گا اور بعض حروف بھی ساقط ہو جائیں گے' پھر وہ قرآن نہیں رہ جائے گا۔ پھر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں اپنے سر اور پیٹھ کو جھکائے اور اپنے دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ لے اور "سبحان ربی العظیم" کہے' پھر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد "ربنا ولک الحمد" کہے' پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اس طرح سجدہ کرے کہ اس کے دونوں پیر کی انگلیاں اور گھٹنے اور دونوں ہاتھ اور چہرہ و ناک زمین پر ہوں اور سجدے میں "سبحان ربی الاعلی"

کہے' پھر "اللہ اکبر" کہہ کر بیٹھ جائے اور بیٹھ جانے پر "ربی اغفرلی" کہے' پھر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے اور "سبحان ربی الاعلی" کہے' اور پھر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے جس طرح پہلی رکعت میں کی تھی' پھر "اللہ اکبر" کہہ کر رکوع کرے' پھر رکوع سے سر اٹھائے' پھر سجدہ کرے' پھر بیٹھے اور پھر دوسرا سجدہ کرکے بیٹھ جائے' دوسری رکعت میں ہر جگہ وہی تسبیحات پڑھے جو پہلی رکعت میں کہی تھی' پھر یہ پڑھے :

" التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ "

تمام قولی' بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں (یا تمام ادب و تعظیم کے کلمات' ہماری نمازیں اور تمام صدقات اسی کے لیے ہیں) سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں'

سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں' اے اللہ ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تونے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت فرمائی' تو حمد و ستائش کے لائق اور بزرگی والا ہے۔

پھر دائیں اور بائیں السلام علیکم و رحمۃ اللہ' السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیر دے' اس طرح فجر کی نماز ادا ہو گئی۔

ظہر' عصر' اور عشاء کی نمازیں چار چار رکعت ہیں' جن میں پہلی دو رکعتیں بعینہ اسی طرح پڑھی جائیں گی جس طرح فجر کی دو رکعت پڑھی گئی ہیں اور تشہد کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے "اللہ اکبر" کہہ کھڑا ہو جائے اور پہلی دو رکعتوں جیسی دو رکعتیں مزید پڑھے اور اس کے بعد یعنی چوتھی رکعت میں تشہد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور دعا کرکے دونوں طرف سلام پھیر دے۔

مغرب کی نماز تین رکعت ہے' جن میں پہلی دو رکعتیں بالکل ویسے ہی پڑھے جس طرح فجر کی ادا کی گئی ہے اور دوسری رکعت میں تشہد

کے بعد اللہ اکبر کہہ کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت ظہر' عصر اور عشاء کی آخری دو رکعتوں جیسی ادا کرے' پھر رکوع و سجدہ کرکے دوسرے قعدہ کے لیے بیٹھ جائے اور تشہد اور درود پڑھ کر دائیں اور بائیں سلام پھیر دے۔

نمازی کے لیے افضل یہ ہے کہ رکوع اور سجدے کی تسبیحات کو متعدد بار پڑھے۔

نماز باجماعت کی اہمیت :

مردوں کے لئے ان پانچوں وقت کی نمازوں کو مسجد میں باجماعت ادا کرنا واجب ہے' انکی امامت ایسا شخص کرے جو قرآن کریم کی قراءت سب سے اچھی کرتا ہو اور نماز کے مسائل کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اور سب سے زیادہ دیندار ہو۔

امام فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں رکوع سے پہلے باواز بلند قراءت کرے' اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے لوگ اس کی قراءت سنیں۔

عورتیں اپنے اپنے گھروں میں باپردہ ہو کر نماز ادا کریں اور سوائے چہرہ کے سارے جسم حتیٰ کہ ہاتھ پاؤں کو بھی ڈھاکے رکھیں کیونکہ عورت کا سارا جسم پردہ ہے' عورت مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز ادا

کرے کیونکہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے۔

جب کوئی عورت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا چاہے تو اس کو اس شرط پر اجازت دی جائے گی کہ پردہ میں اور بغیر خوشبو وغیرہ استعمال کئے مسجد جائے اور اس کی صف مردوں سے پیچھے حجاب کے ساتھ ہو تاکہ نہ لوگ فتنہ میں پڑیں اور نہ خود یہ فتنہ کا شکار ہو۔ نمازی کے لیے ضروری ہے کہ اپنی نمازوں کو انتہائی خشوع و خضوع اور دل جمعی سے ادا کرے اور سارے ارکان مثلاً قیام و قعود اور رکوع و سجود اطمینان و سکون سے ادا کرے' نماز میں فضول کام نہ کرے' نہ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائے اور نہ ہی قرآن کے علاوہ کوئی کلمہ اپنی زبان سے نکالے اور مسنون دعاؤں اور اذکار کو نماز کے اندر اپنے اپنے مواقع پر ادا کرے [1]' کیونکہ اللہ نے اپنی یاد کے لیے نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

---

(۱) ہاں جب کوئی شخص کسی اہم چیز کی جانب توجہ دلانا چاہے تو "سبحان الله" کہے' اسی طرح مقتدی امام کو جب وہ کوئی غلطی کر جائے یا کم یا زیادہ کر دے تو اسی کلمہ سے متنبہ کر سکتا ہے' اور عورت تالی بجا کر کسی اہم بات کی جانب متنبہ کر سکتی ہے کیونکہ اس کے آواز نکالنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔

نماز جمعہ کا طریقہ :

جمعہ کے دن سارے مسلمان دو رکعت جمعہ کی نماز ادا کریں جس میں امام دونوں رکعتوں میں قراءت باواز بلند کرے جس طرح فجر کی نماز میں کی جاتی ہے' اور نماز سے پہلے دو خطبہ دے جس میں مسلمانوں کو نصیحت کرے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرے' سارے مسلمانوں پر نماز جمعہ کی حاضری واجب ہے کیونکہ یہ نماز ظہر کے قائم مقام ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کا بیان :

اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے' اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب نصاب مسلمان کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے جو سال میں ایک دفعہ نکالی جائے گی اور غریبوں اور ان مستحقین کو دی جائے گی جن کا خود قرآن نے وضاحت سے تذکرہ کیا ہے۔

سونا' چاندی اور مال تجارت کا نصاب :

جب کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا' یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے مساوی کسی طرح کی کرنسی ہو' یا سامان تجارت ہوں اور وہ نصاب کو پہنچ جائیں تو اس پر پورے ایک سال گذر جانے پر

زکوٰۃ واجب ہے' یعنی اس پوری مالیت کا چالیسواں حصہ (ڈھائی فیصد) نکالنا ضروری ہوگا۔

پھل و اناج کا نصاب :

پھل اور غلے تین سو صاع کی مقدار تک پہنچ جائیں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے' جب یہ فصلیں بغیر محنت و مشقت پیدا ہوں تو اس پر دس فیصد زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور اگر محنت و مشقت سے اس کی کاشتکاری اور سینچائی کی جائے تو اس پر پانچ فیصد نکالنا واجب ہے' اور پھلوں اور غلوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی ہر فصل پر ہے' اگر سال میں دو یا تین بار فصلیں آتی ہیں تو ہر دفعہ زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔

غیر منقولہ جائداد اگر فروخت کرنے کے لیے تیار کی گئی ہے تو اس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر کرایہ پر دینے کے لیے تیار کی گئی ہے تو صرف کرایہ میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

جانوروں کا نصاب :

اونٹ' گائے' بکری وغیرہ کے نصاب کا تذکرہ اور اس کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں وہاں بوقت ضرورت ان کا مطالعہ کرلینا چاہیئے'

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ﴾

(البینہ : ۵)

حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لیے خالص رکھیں یکسو ہوکر' اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی درست دین ہے۔

زکوٰۃ کے فوائد :

مال زکوٰۃ کی ادائیگی سے فقیروں اور مسکینوں کی دلداری ہوتی ہے اور ان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں' اور ان کے اور مالداروں کے درمیان محبت و الفت کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

اسلام نے اجتماعی تعاون اور مسلمانوں کے مابین مالی امداد اور فقراء و مساکین کی کفالت کو صرف زکوٰۃ کے اندر ہی محدود و محصور نہیں کردیا' بلکہ قحط سالی کے زمانہ میں مالداروں پر غریبوں کی کفالت واجب قرار دی ہے' اور یہ حرام ٹھہرایا ہے کہ کوئی شخص آسودہ ہوکر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو' اسی طرح اللہ نے مسلمان پر صدقۂ فطر واجب کیا ہے جسے وہ عید کے دن شہر میں رائج خوراک سے ایک صاع ہر فرد حتیٰ کی

بچہ کی طرف سے بھی نکالتا ہے' اور غلام کا صدقۂ فطر اس کا مالک نکالتا ہے' اسی طرح اللہ نے قسم کا کفارہ [1] بھی واجب کیا ہے' جب کوئی شخص قسم کھا کر اسے پوری نہ کرے' مشروع نذر پوری کرنے کا بھی اللہ نے حکم دیا ہے' اس کے علاوہ نفلی صدقات پر لوگوں کو ابھارا ہے اور خیر کے کاموں میں خرچ کرنے والوں کے لیے بہترین بدلہ کی بشارت دی ہے اور یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں ان کا اجر کئی گنا بڑھا کر دے گا' ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی کہیں زیادہ دے گا۔

روزہ کا بیان :

اسلام کا چوتھا رکن ماہ رمضان کے روزے ہیں رمضان ہجری سال کا نواں مہینہ ہے' روزہ رکھنے کا طریقہ یہ ہے :

مسلمان صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے کچھ سحری کھا کر روزہ رکھنے کی نیت کرلے اور پھر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور جماع سے رکا رہے اور پھر غروب آفتاب کے بعد افطاری کرے' اللہ کی

---

(۱) قسم کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا انہیں کپڑا عطا کرے' اگر نہ میسر ہو تو تین روزہ رکھ لے۔

عبادت اور اس کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے اسی طرح پورے ماہ رمضان روزے رکھتا رہے۔

روزے کے فوائد :

۱ - ماہ رمضان کے روزے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہوتی ہے کہ مسلمان محض اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہو کر کھانا' پینا اور ساری خواہشات نفسانیہ کو چھوڑ دیتا ہے' تاکہ اس کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

۲ - اسی طرح روزہ رکھنے میں بے شمار طبی' معاشی اور اجتماعی فوائد مضمر ہیں جس کا اندازہ صرف وہی روزہ دار کر سکتے ہیں جو صحیح عقیدہ اور ایمان کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴾

(البقرہ : ۱۸۳)

اے ایمان والو ! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں' عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔

مزید آگے ارشاد ہے :

﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى
لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٖ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِۚ فَمَن شَهِدَ
مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوۡ عَلَىٰ
سَفَرٖ فَعِدَّةٞ مِّنۡ أَيَّامٍ أُخَرَۗ يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ
ٱلۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلۡعُسۡرَ وَلِتُكۡمِلُواْ ٱلۡعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُواْ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ
تَشۡكُرُونَ ﴾ (البقرہ : ۱۸۵)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا' وہ لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور (اس میں) کھلے ہوئے دلائل ہیں ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کے' سو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ اس کا روزہ رکھے' اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر) دوسرے دنوں کا شمار رکھنا لازم ہے' اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا اور یہ (چاہتا ہے) کہ تم شمار کی تکمیل کر لیا کرو اور یہ کہ اللہ کی بڑائی کیا کرو اس پر کہ تمہیں راہ بتا دی' عجب نہیں کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

روزے کے مسائل :

ماہ رمضان کے روزے کے وہ مسائل جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث شریفہ میں بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں :

۱ - جو شخص مریض ہو یا مسافر ہو اس کو ماہ رمضان میں روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن رمضان کے بعد دوسرے ایام میں اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

۲ - اسی طرح حیض و نفاس والی عورت کا روزہ رکھنا صحیح نہیں بلکہ اس سے فراغت کے بعد ان ایام کی قضاء کرنا واجب ہے۔

۳ - اسی طرح حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت جب اپنے لیے یا بچہ کے لیے کسی نقصان کا خطرہ محسوس کرے تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر دوسرے ایام میں اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے پھر اسے یاد آئے' تو اس کا روزہ صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے بھول چوک اور زبردستی کی گئی چیزوں کو معاف فرما دیا ہے۔ البتہ اگر کھانے کے دوران یاد آجائے تو منہ میں جو چیز ہو باہر نکال دے۔

حج کا بیان :

اسلام کا پانچواں رکن حج ہے' یہ فریضہ زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے' اس کے علاوہ جتنی بار کرے تو یہ نفل شمار ہوگا۔

حج کے فوائد :

اول : یہ کہ حج اللہ تعالیٰ کی روحانی اور جسمانی اور مالی عبادت ہے۔

دوم : سارے عالم کے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہے جو ایک جگہ اور ایک جیسے لباس و پوشاک میں اور اللہ واحد کی عبادت کے لیے جمع ہوتے ہیں' جہاں امیر و غریب' شاہ و گدا' کالے و گورے کے فرق کو ختم کرکے بھائی بھائی جیسے ہو کر رہتے ہیں' اور سبھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس سے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مسلمانوں میں تعارف اور ملاقات ہوتی ہے' ایک دوسرے کے مسائل سے آگاہ ہوتے ہیں' پھر باہمی طور پر تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے' نیز اس عظیم الشان اجتماع سے میدان حشر کی یاد تازہ ہوتی ہے جہاں سارے لوگ ایک ہی جگہ حساب و کتاب کے لیے جمع ہوں گے' جس سے ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

خانہ کعبہ کے طواف سے جو کہ مسلمانوں کا قبلہ ہے' جس کی طرف

پنج وقتہ نمازوں میں مسلمان رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں' اور وقوف عرفات سے اور مزدلفہ اور منیٰ کے قیام سے ہمارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی بعینہ اسی طرح عبادت کرنا ہے جیسا کہ اس نے ہمیں حکم فرمایا ہے' اس سے خانہ کعبہ یا مقامات مقدسہ کی بذات خود عبادت مقصود نہیں' کیونکہ نہ تو ان کی عبادت کی جاتی ہے اور نہ ان کے اندر نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیت و طاقت ہے' ہم تو اس اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں جو نفع و نقصان پہنچانے کی تنہا طاقت رکھتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ اور طواف خانہ کعبہ کا حکم نہ دیا ہوتا تو کسی مسلمان کے لیے اس کا طواف اور وہاں کا سفر جائز نہ ہوتا' کیونکہ عبادت اپنی رائے و مرضی سے نہیں کی جاتی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق ہوتی ہے جو قرآن کریم میں ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾

(آل عمران : ۹۷)

اور لوگوں کے ذمہ اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا ہے' اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو' اور جو کوئی

کفر کرے تو اللہ تعالیٰ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔[1]

اسی طرح عمرہ ہر مستطیع مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ واجب ہے چاہے وہ حج کے دوران کرے یا مستقل سفر کر کے کسی وقت چلا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی زیارت حج کے دوران یا اس کے علاوہ کسی بھی وقت واجب نہیں' بلکہ وہ ایک مسلمان کے لیے مستحب اور باعث اجر و ثواب ہے' اور عدم زیارت پر کسی قسم کا کوئی گناہ اور مواخذہ نہیں ہے' اور جہاں تک ان مروجہ و مشہور حدیثوں کا تعلق ہے جن میں یہ حدیث بھی ہے :

"من حج فلم یزرني فقد جفاني" جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ تو یہ غیر صحیح اور موضوع حدیث ہے[2] جو

---

(۱) اور جو بعض جاہل قبروں اور درگاہوں کی زیارت حج کی نیت سے کرتے ہیں وہ سراسر گمراہی اور اللہ اور رسول کی نافرمانی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "باقاعدہ سفر کر کے ان تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور نہ جایا کرو' مسجد حرام' میری مسجد' اور مسجد اقصیٰ"

(۲) اسی قبیل سے یہ حدیث ہے " میرجاہ کے وسیلہ سے دعا کرو کیونکہ میری جاہ اللہ کے ہاں بہت بڑی ہے"۔ دوسری جگہ ہے " جس کو کسی پتھر سے بھی حسن ظن ہو جائے تو وہ بھی نفع بخش ہو گا"۔ تو اس طرح کی ساری احادیث موضوع اور صحت سے عاری ہیں =

رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی طرف غلط منسوب ہے۔

البتہ اس سفر کی اجازت ہے جو مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے کیا جائے اور جب کوئی مسجد نبوی پہنچ جائے تو تحیۃ المسجد پڑھ کر فارغ ہو جائے تو اس کے لیے مشروع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس حاضر ہو کر اس طرح صلاۃ و سلام پڑھے "السلام علیک یا رسول اللہ" اس وقت ادب و احترام کا پورا پاس و لحاظ رکھے' آواز پست رکھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال اور کوئی فریاد نہ کرے بلکہ صلاۃ و سلام پڑھ کر وہاں سے ہٹ جائے' اسی طرح آپ نے اپنی امت کو تعلیم دی تھی اور صحابہ کرام نے عمل کرکے دکھایا۔

جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس نماز کی طرح خشوع و خضوع سے کھڑے ہو کر اپنی حاجتوں کو پوری کرنے کی درخواست کرتے ہیں یا آپ سے فریاد چاہتے ہیں یا اللہ کے یہاں آپ کو واسطہ ٹھہراتے ہیں تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بری ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو اس

= اور حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود نہیں ہیں بلکہ ان گمراہ گر علماء کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو شرک و بدعت کی دعوت دیتے ہیں۔

طرح کے اعمال سے چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ کیئے جائیں اجتناب کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی اور پھر جنت البقیع اور دوسرے شہداء کی قبروں کی مشروع طریقہ سے زیارت کرے' وہاں پہنچ کر سلام کرے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرے اور خود بھی عبرت حاصل کرے اور واپس آجائے۔

حج کرنے کا طریقہ :

اول : مال حلال و طیب کا انتظام اور مال حرام سے اجتناب کیا جائے کیونکہ حرام مال کا حج مسترد کر دیا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس گوشت و پوست کو جہنم کا ایندھن بتایا ہے جو مال حرام سے نشو و نما پایا ہو۔

دوم : ایسے رفقاء حج کا انتخاب کیا جائے جو صحیح العقیدہ اور ایمان والے ہوں۔

سوم : جب حاجی میقات پر پہنچ جائے تو وہاں سے احرام باندھے' اگر ہوائی جہاز میں ہو تو میقات کے قریب پہنچتے ہی احرام باندھ لے اور میقات سے ہرگز تجاوز نہ کرے۔

میقات کا بیان :

مکہ مکرمہ کے باہر سے آنے والے تمام حجاج کے لیے مندرجہ ذیل میقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہیں۔

١ - ذوالحلیفہ : یہ مدینہ سے یا اس راستے سے آنے والے حجاج کی میقات ہے' اسے ابیار علی بھی کہتے ہیں۔

٢ - جحفہ : یہ شام و مصر اور مغرب اور اس طرف سے آنے والے تمام حجاج کرام کی میقات ہے' یہ رابغ شہر سے قریب ہے۔

٣ - قرن المنازل : یہ اہل نجد اور طائف اور اس راستے سے آنے والے تمام حجاج کی میقات ہے یہ "سیل" اور "وادی محرم" کے نام سے مشہور ہے۔

٤ - ذات عرق : یہ اہل عراق یا اس راستے سے آنے والے تمام حجاج کی میقات ہے۔

٥ - یلملم : یہ اہل یمن اور جنوب کی طرف سے آنے والے حجاج کی میقات ہے۔

جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت سے آتے ہوئے ان میقات سے گذریں' چاہے یہ حاجی حضرات میقات کے باہر دور یا قریب کے ہوں یا دنیا کے

کسی بھی خطہ سے آ رہے ہوں انہیں بہرحال یہاں سے احرام باندھ کر ہی جانا چاہیئے۔

اہل مکہ نیز جو لوگ حدود میقات کے اندر رہنے والے ہیں وہ حج کا احرام اپنے گھر ہی سے باندھ کر آئیں' گھر سے میقات جاکر احرام باندھنے کی ضرورت نہیں۔

احرام سے پہلے جسم کی صفائی و ستھرائی کرنا' غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ میقات پہنچ کر احرام کے کپڑے زیب تن کرے' اور ہوائی جہاز سے سفر کرنے والا شخص گھر ہی سے کپڑے پہنے اور میقات پہنچ کر تلبیہ کہہ کر حج یا عمرہ کی نیت کرے۔

مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ دو صاف ستھرے کپڑوں میں احرام باندھے جو سلے ہوئے نہ ہوں اور اپنے سر کو نہ ڈھاکے بلکہ اس کو کھلا رکھے۔

عورت حالت احرام میں کسی بھی قسم کے کپڑے پہن سکتی ہے' اس کے لیے مخصوص قسم کے کپڑے ضروری نہیں' ہاں شرط یہ ہے کہ اس کا لباس کشادہ اور ساتر ہو اور بے پردگی اور اظہار زینت والا نہ ہو' اس کے لیے احرام کے وقت دونوں ہاتھوں میں دستانے پہننا' یا نقاب کے ذریعہ اپنے چہرے کو چھپانا ممنوع ہے' البتہ اگر غیر محرم سامنے آجائے تو

چہرہ پر کوئی کپڑا لٹکا لینا یا کسی اور چیز سے منہ چھپانا منع نہیں ہے' جیسا کہ ازواج مطہرات جب ان کے سامنے سے قافلے گذرتے تھے تو سروں سے اپنی چادریں چہرے پر لٹکا لیتی تھیں۔

پنجم : حج کی قسمیں :

حج تمتع :

احرام کے کپڑے پہننے کے بعد حاجی دل سے عمرہ کی نیت کرے اور "اللهم لبيك عمرة" (اے اللہ ! میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں) کہہ کر تلبیہ پکارے' اور عمرہ کو حج سے ملا کر متمتع بن جائے' اور حج تمتع ہی افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسی کا حکم دیا تھا بلکہ لازم قرار دیا تھا' اور جس نے اس حکم کی تعمیل میں کچھ تردد کیا اس سے آپ ناراض ہوگئے تھے' البتہ جن کے ساتھ "ہدی" کے جانور ہوں وہ قران کے احرام میں باقی رہیں گے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ قارن وہ شخص ہے جو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے اور تلبیہ میں "اللهم لبيك عمرة وحجا" (اے اللہ ! میں عمرہ اور حج کے لیے حاضر ہوں) پکارے' قارن اپنے احرام میں اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ یوم النحر کو اپنی "ہدی"

قربان نہ کر لے۔ اور مفرد وہ ہے جو صرف حج کی نیت کرے اور "اللھم لبیک حجا" (اے اللہ ! میں حج کے لیے حاضر ہوں) کہہ کر تلبیہ پکارے۔

ششم : ممنوعات احرام : احرام کی حالت میں تمام حاجیوں کے لیے حسب ذیل باتیں منع ہیں :

۱ - جماع اور متعلقات جماع جیسے بوسہ لینا، شہوت سے چھونا، فحش باتیں کرنا، اسی طرح نکاح کرنا اور نکاح کرانا اور منگنی کرنا۔

۲ - کسی چپکنے والی چیز سے سر ڈھانکنا، لیکن چھتری یا خیمہ یا گاڑی کی چھت کے ذریعہ سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳ - سر منڈوانا، یا بال کتروانا۔

۴ - ناخن تراشنا۔

۵ - خوشبو لگانا اور خوشبو سونگھنا۔

۶ - خشکی کے جانور کا شکار کرنا اور اس کی نشاندہی کرنا بھی۔

۷ - مرد کے لئے قمیص یا کوئی دوسرا سلا ہوا کپڑا استعمال کرنا۔

۸ - عورت کا چہرے اور ہاتھوں پر نقاب یا سلا کپڑا ڈالنا۔

مرد جوتے پہن سکتا ہے اور اگر جوتے نہ ملیں تو موزے استعمال کرے۔ مذکورہ بالا ممنوعات میں سے نہ جانتے ہوئے یا بھول کر اگر کوئی

شخص کسی چیز کا ارتکاب کرلے تو فوراً اسے دور کر دے اور اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے۔

ہفتم : طواف و سعی کا طریقہ :

جب حاجی خانہ کعبہ پہنچے تو اس کا سات مرتبہ طواف قدوم کرے' ابتدا حجر اسود کے پاس سے تکبیر کے ذریعہ کرے اور ختم بھی وہیں کرے' طواف کے درمیان ذکر الٰہی اور مختلف قسم کی دعاؤں میں مشغول رہے' طواف کے لیے کوئی خاص دعا نہیں ہے' ہاں حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار" پڑھنا سنت ہے۔

اس کے بعد اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے ورنہ مسجد حرام میں کسی بھی جگہ دو رکعت نماز پڑھے۔

پھر اس کے بعد صفا پہاڑی کی طرف جائے' اس پر چڑھ کر قبلہ کی طرف رخ کرے' اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے' اور دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار اللہ اکبر کہے اور دعا کرے' وہاں سے مروہ کی طرف جائے' وہاں بھی ویسے ہی کرے جو صفا پر کیا تھا' اس طرح سات مرتبہ سعی کرے' صفا سے مروہ تک ایک شوط ہوا' پھر اس کے بعد اپنے سر کے بال کٹوائے' اور عورت انگلی کے ایک پور کے بقدر اپنے بال کٹوائے' اور

اس عمل کے بعد عمرہ پورا ہوگیا اور احرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہوگئی تھیں وہ سب حلال ہوگئیں۔

عورتوں کے مخصوص مسائل :

اگر کوئی عورت احرام باندھنے سے قبل یا اس کے بعد حیض یا نفاس سے دوچار ہو جائے تو وہ حج قران یعنی حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ لے اور دیگر حجاج کی طرح حج اور عمرہ کا تلبیہ پکارے' کیونکہ حیض و نفاس احرام باندھنے اور وقوف عرفہ و مزدلفہ وغیرہ سے رکاوٹ نہیں ہیں البتہ صرف بیت اللہ کا طواف کرنا اس کے لیے منع ہے' چنانچہ جو عورت ایسی صورت حال سے دوچار ہو جائے وہ تمام حجاج کرام جیسے حج کے سارے ارکان کی ادائیگی کرتی رہے اور صرف بیت اللہ کا طواف پاک و صاف ہونے تک موخر کئے رہے اور طہارت کے بعد اس کو پورا کرے۔

اگر کوئی عورت لوگوں کے حج کے احرام باندھنے اور منیٰ جانے سے قبل ہی پاک و صاف ہوگئی تو وہ غسل کرکے بیت اللہ کا طواف و سعی کرے اور اپنے بالوں کو کتروا کے عمرہ کے احرام سے حلال ہو جائے۔ پھر تمام حجاج کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر منیٰ جائے' اور اگر آٹھویں تاریخ کو حجاج کے حج کا احرام باندھنے تک وہ طہارت نہ حاصل کر سکی تو وہ بھی ان کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے حج قران کی نیت کرکے سارے

ارکان کی ادائیگی کرتی رہے، یعنی منیٰ جانا، عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنا، رمی جمرات، قربانی، اور قصر کرانا وغیرہ تمام چیزوں کو حجاج کرام کے ساتھ کرتی رہے، اور جب پاک ہو جائے تو غسل کر کے بیت اللہ کا فرض طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے، اور یہی طواف و سعی اس کے حج و عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی، کیونکہ اسی طرح کی صورت حال حج وداع کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش آئی تھی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا تھا، ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ یہ طواف اور سعی، حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی، کیونکہ حج قران کرنے والے پر مفرد کی طرح صرف ایک طواف اور ایک سعی واجب ہے [1] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ فرمان اس کی دلیل ہے، ایک اور حدیث میں ہے "عمرہ حج میں قیامت تک کے لیے داخل ہو گیا ہے" (واللہ اعلم)

---

(۱) یہ طواف عید کے دن یا اس کے بعد کرے گا، اور پہلا طواف جو اس نے حج سے پہلے کیا ہے اور جسے طواف قدوم کہا جاتا ہے یہ نفل طواف ہے، مفرد اور قارن کے لئے صرف ایک سعی کرنی ہوگی، یہ سعی اگر طواف قدوم کے ساتھ ہی کر لی تو کافی ہے، ورنہ عید کے دن یا اس کے بعد طواف افاضہ کے ساتھ سعی بھی کرے۔

ہشتم : حج کے پانچ دن :

حاجی آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں اپنی قیام گاہ سے حج کا احرام باندھے جس طرح کہ عمرہ کا احرام باندھ کر میقات سے مکہ آیا تھا' ہو سکے تو غسل کرے اور خوشبو لگائے پھر احرام باندھے اور "اللھم لبیک حجا" کہہ کر حج کی نیت کرے' اور احرام کی ساری پابندیوں کا خیال رکھے اور مذکورہ بالا سارے ممنوعات سے اجتناب کرے' یہ پابندیاں اس وقت تک رہیں گی تا آنکہ مزدلفہ سے واپس منیٰ آکر دسویں تاریخ کو رمی جمرات اور قربانی اور حلق راس سے فارغ نہ ہو جائے۔

حاجی آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھ کر منیٰ تمام حجاج کے ساتھ جائے اور وہیں شب گذاری کرے' وہاں پانچ وقت کی فرض نماز اپنے اپنے وقت پر قصر ادا کرے (ظہر' عصر' مغرب' عشاء' فجر) دوسرے دن نویں تاریخ کو سورج طلوع ہونے کے بعد سارے حجاج کے ہمراہ نمرہ جائے اور وہاں قیام کرے اور امام کے ساتھ ظہر و عصر کی نماز جمع و قصر کرکے ادا کرے اور زوال کے بعد وہاں سے عرفہ کی طرف نکل کر قبلہ رخ ہو کر زیادہ سے زیادہ ذکر و دعا میں مشغول رہے' میدان عرفات پورا کا پورا مقام وقوف ہے' اگر کوئی شخص منیٰ سے براہ راست عرفہ چلا

جائے تو بھی درست ہے' غروب آفتاب تک حدود عرفات میں ٹھہرا رہے۔ قبلہ کی بجائے جبل نور کی طرف رخ کرنا اور ثواب سمجھ کر اس پر چڑھنا درست نہیں' اسی طرح اسے بوسہ دینا اور برکت حاصل کرنا جائز نہیں بلکہ یہ بدعت محرمہ ہے۔

پھر غروب آفتاب کے بعد لبیک پکارتے ہوئے پورے سکون و اطمینان کے ساتھ مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور مزدلفہ پہنچتے ہی مغرب و عشاء کی نماز ایک ساتھ قصر ادا کرے' اس کے بعد وہیں رات گذارے اور فجر کی نماز پڑھ کر جب اجالا ہو جائے تو طلوع آفتاب سے قبل اللہ کا ذکر کرتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے۔

منیٰ پہنچ کر طلوع آفتاب کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کرے یعنی سات کنکریاں یکے بعد دیگرے مارے' کنکریاں بہت چھوٹی یا بہت بڑی نہ ہوں بلکہ چنے کے برابر ہوں' جوتے وغیرہ سے رمی کرنا جائز نہیں' یہ لغو اور شیطانی عمل ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی اور اللہ و رسول کی نافرمانی سے اجتناب ہی شیطان کو سب سے زیادہ رسوا کرنے والی چیز ہے۔

رمی جمرہ عقبہ سے فارغ ہونے کے بعد قربانی واجب ہو تو قربانی کرے' پھر اپنے سر کا حلق کرائے اور عورتیں تھوڑا کٹوائیں' اگر مرد

بھی قصر کرے تو جائز ہے لیکن حلق افضل ہے' ان سب کو کرنے کے بعد اپنے کپڑے پہن لے اور اب احرام کی پابندی ختم ہوگئی اور عورت کے علاوہ ساری چیزیں حلال ہوگئیں۔

نہم : طواف فرض :

اب مکہ جائے اور طواف فرض اور اس کے بعد سعی کرے اور اس کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی۔

دہم : منیٰ دوبارہ واپسی اور شب گذاری :

طواف افاضہ سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ واپس آجائے اور گیارہ اور بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کی راتیں وہیں گذارے' اگر کوئی صرف دو راتیں ہی وہاں گذار کر واپس آجائے تو بھی جائز ہے۔ ان دنوں میں زوال کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں مارے' ابتدا پہلے جمرہ سے کرے جو مکہ سے باقی دو جمروں کی بہ نسبت زیادہ دور ہے' پھر دوسرے کو اور پھر جمرہ عقبہ کو' ہر ایک کو سات کنکریاں مارے' ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے' اور کنکریاں منیٰ میں اپنی قیام گاہ سے لے کر جائے' جسے منیٰ میں جگہ نہ ملے تو جہاں خیمے ختم ہوتے ہیں وہیں ٹھہر جائے۔

اگر منیٰ میں صرف دو ہی دن قیام کرکے وطن واپس ہونا چاہے تو ایسا

کر سکتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ تیسری رات بھی منیٰ میں گذارے۔

یازدہم : طواف وداع :

حج پورا ہو جانے کے بعد جب اپنے ملک کو واپس جانا چاہے تو طواف وداع کرے اور فوراً ہی روانہ ہو جائے، طواف فرض اور سعی کرنے کے بعد اگر کوئی عورت حیض یا نفاس سے دوچار ہو گئی تو وہ طواف وداع سے مستثنیٰ ہے اور اس کا کرنا ضروری نہیں ہے، اگر کوئی حاجی قربانی کو گیارہ یا بارہ یا تیرہ تاریخ تک موخر کر دے تو یہ جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی طواف افاضہ اور سعی کو منیٰ سے واپسی پر کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے لیکن افضل دسویں تاریخ کو کرنا ہے۔

ایمان کا بیان :

رسولوں، کتابوں، فرشتوں، یوم آخرت، اور تقدیر پر ایمان لانا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول اور ارکان اسلام پر ایمان کے ساتھ ساتھ فرشتوں [۱] اور آسمانی کتابوں [۲] پر بھی ایمان لانا

---

(۱) فرشتے ایک روحانی مخلوق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا ہے جن کی تعداد غیر معمولی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کے صحیح اعداد و شمار سے کوئی واقف نہیں، کچھ تو آسمانوں میں ہیں اور کچھ انسانوں کے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے مامور ہیں۔

(۲) مسلمان اس پر ایمان رکھے کہ وہ کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر نازل فرمائی تھیں سب برحق ہیں اور ان میں صرف قرآن کریم صحیح و سالم موجود ہے اور وہ تورات و انجیل جو یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس موجود ہیں وہ خود ان کی تحریر کردہ کتابیں ہیں، کیونکہ ان میں بے حد اختلاف اور فرق پایا جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر تحریف و تبدیل کی دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ عقیدہ موجود ہے کہ "معبود تین ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں" حالانکہ صحیح اور حق بات یہ ہے کہ معبود ایک ہے اور وہ اللہ واحد کی ذات پاک ہے اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، نیز ان کتابوں میں اللہ کا جو کلام موجود ہے وہ قرآن سے منسوخ ہے، چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کا ایک ورق دیکھا تو بے حد ناراض ہوئے اور فرمایا : اے ابن الخطاب کیا تمہیں ابھی کچھ شک ہے، اللہ کی قسم اگر میرے بھائی موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔ چنانچہ حضرت عمر نے وہ ورق پھینک دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیے۔

ضروری قرار دیا ہے‘ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائی ہیں‘ جس سلسلہ کی آخری کتاب قرآن کریم ہے جو تمام آسمانی کتابوں کی ناسخ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بھی حکم فرمایا کہ وہ سارے بھیجے ہوئے انبیاء کرام اور رسولوں پر ایمان لے آئیں‘ کیونکہ سبھی کی دعوت ایک اور دین ایک ہے اور وہ دین اسلام ہے‘ جنہیں اللہ تعالیٰ نے جو رب العالمین ہے نبی و رسول بناکر بھیجا ہے‘ لہٰذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام انبیاء کرام پر ایمان لائے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے جو اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ ایمان و یقین رکھے کہ سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء و المرسلین ہیں جن کو ساری انسانیت کی طرف رسول بنا کر اللہ نے مبعوث فرمایا ہے‘ اور ساری انسانیت حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ آپ کی امت کے ایک فرد ہیں اور ساری سرزمین کے لوگ آپ کی اتباع اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں‘ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور سارے انبیاء ان لوگوں سے اظہار براءت کر دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام پر ایمان نہ لائیں‘ مسلمان تمام انبیاء

کرام پر ایمان لانا اپنے ایمان کا جزء تصور کرتا ہے اور جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ کی پیروی نہ کرے اور دین اسلام پر ایمان و یقین نہ رکھے وہ درحقیقت سارے انبیاء کرام کا منکر ہے اگرچہ اپنے کو کسی ایک نبی کا پیروکار کہے' اس سلسلہ میں تفصیل سے دلائل ذکر کئے جاچکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت کا کوئی بھی شخص چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی' اسے میری بعثت کی اطلاع ہوئی ہو اور میری رسالت و شریعت ایمان لائے بغیر مرجائے تو وہ جہنم میں جائے گا" (رواہ مسلم)

یوم آخرت پر ایمان :

اسی طرح ہر مسلمان کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب' جزا و سزا' جنت و جہنم یعنی یوم آخرت کی ہر چیز پر ایمان لانا ضروری ہے۔

قضاء و قدر پر ایمان :

قضاء و قدر پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے' اور تقدیر پر

ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کی ہر چیز اور بندوں کے سارے اعمال کا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے علم ہے، اور یہ ساری معلومات اس کے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، اور ایک مسلمان کو اس کا بھی علم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو چاہا وہ ہوگئی اور جس چیز کو اس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوئی، اور اس نے بندوں کو اپنی عبادت و اطاعت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اس کے طریقوں کو واضح فرما دیا ہے اور اس کے کرنے کا صراحتہ حکم دیا ہے، اور اسی طرح سے اپنی معصیت سے منع کیا ہے اور اس کی بھی نشاندہی فرما دی ہے، اور انسانوں کو قدرت اور ارادہ کی صلاحیت دی ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرامین کی بجاآوری کر سکیں تاکہ اجر و ثواب سے نوازے جائیں، اور جس نے اس کی نافرمانی کی اور گناہوں کا مرتکب ہوا وہ سزا و عذاب کا مستحق ہوگا، اور بندوں کی مشیت و طاقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی بندے کرتے ہیں۔

جہاں تک ان چیزوں کا تعلق ہے جن میں بندوں کی مشیت و اختیار کا کوئی دخل نہیں اور ان کا ہونا ناگریز ہوتا ہے اور انسان کے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ وقوع پذیر ہوتے ہیں جیسے بھولنا، غلطی کرنا، بیماری، غریبی،

مصیبتوں سے دوچار ہونا' زبردستی کرائی گئی چیز' تو ان جیسی تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر کوئی گرفت نہیں' اور نہ کسی طرح کی سزا و عذاب ہے' بلکہ فقر و فاقہ اور مصیبتوں پر بندہ جب صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔

مسلمانوں میں سب سے زیادہ راسخ العقیدہ اور پختہ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ سے قربت رکھنے والے اور جنت میں بڑے مرتبہ والے محسنین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت اور خوف خشیت اور تعظیم و توقیر کرتے ہیں گویا کہ وہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور اس کی کسی طرح کی معصیت نہیں کرتے' ان کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہوتا ہے' اور اگر یہ کیفیت نہیں ہو پاتی تو کم سے کم اس کا استحضار رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے' اور ان کے اقوال و افعال اور نیتوں میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے' چنانچہ اس کی اطاعت سے سرشار اور اس کی نافرمانی سے کنارہ کش رہتے ہیں' اور جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو توبہ و استغفار میں جلدی کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر ندامت اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحۡسِنُونَ ﴾

(النحل : ۱۲۸)

بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو لوگ کہ حسن سلوک کرتے رہتے ہیں۔

دین اسلام کی جامعیت :

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

﴿ ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ ﴾ (المائدہ : ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمارے لیے اسلام بطور دین کے پسند کر لیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿ إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَهۡدِي لِلَّتِي هِيَ أَقۡوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ أَجۡرٗا كَبِيرٗا ﴾

(الاسراء : ۹)

بیشک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے رہتے ہیں خوشخبری دیتا

ہے کہ ان کے لیے بڑا بھاری اجر ہے۔

مزید قرآن کے بارے میں ارشاد ہے :

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَـٰبَ تِبْيَـٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ (النحل : ۸۹)

اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے ہر بات کو کھول دینے والی' اور مسلمانوں کے حق میں ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

ایک صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"میں تمہیں نہایت واضح اور روشن شاہراہ پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی راتیں دن کی طرح روشن اور عیاں ہیں' اس راستہ سے وہی کجی اختیار کرے گا جو ہلاک ہو کر رہے گا"

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا :

"میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' جب تک انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے' اللہ کی کتاب (قرآن) اور میری سنت"

مذکورہ آیتوں میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اس نے دین اسلام کو مسلمانوں کے لیے مکمل فرما دیا ہے' اب اس میں کسی طرح کی کمی و بیشی کی قطعاً گنجائش نہیں' وہ ہر زمانے اور ہر ملک

کے لیے یکساں طور پر قابل قبول ہے' اور یہ اعلان فرما دیا کہ اس نے مسلمانوں کو یہ کامل ترین دین عطا فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ذریعہ اور مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر فتح یاب کرکے اپنی ساری نعمتوں کو تمام فرما دیا ہے' مزید یہ بھی واضح فرما دیا کہ اس نے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے' اب اس سے کبھی ناراض نہیں ہوگا اور دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اس کے نزدیک قابل قبول نہیں۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل دستور حیات ہے' اس میں دینی و دنیاوی تمام امور و معاملات کی انتہائی واضح اور اطمینان بخش ہدایات اور تعلیمات موجود ہیں' کوئی خیر و بھلائی کی چیز نہیں جس کی طرف قرآن نے رہنمائی نہ کی ہو اور اسی طرح کوئی شر و برائی کی بات نہیں جس سے خبردار نہ کیا ہو۔

جدید و قدیم قسم کے کیسے بھی مسائل ہوں قرآن کریم میں ان کا معتدل اور قابل اطمینان حل موجود ہے' مسائل کا جو بھی حل قرآن سے متصادم ہو وہ سراسر ظلم اور جہالت ہے۔

علم و عقیدہ اور سیاست اور نظام حکومت اور عدالتی' معاشرتی' معاشی اور تعزیراتی نظاموں سے متعلق سارے احکام و قوانین قرآن

کریم میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں اور اس کی مکمل و جامع تشریح و تفہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے بیان فرما دی ہے' اسی کی طرف قرآن کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے :

﴿وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ تِبۡيَٰنٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُسۡلِمِينَ﴾ (النحل : ۸۹)

ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کر دی جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔

چوتھی فصل

اسلام کا نظام حیات :

۱ - تحصیل علم :

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو سب سے پہلی چیز واجب و لازمی قرار دی ہے وہ تحصیل علم ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ فَٱعْلَمْ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَىٰكُمْ ﴾

(محمد : ۱۹)

تو آپ اس کا یقین رکھیئے کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیئے اور سارے ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے بھی، اور اللہ خوب خبر رکھتا ہے تم سب کے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ ﴾

(المجادلہ : ۱۱)

اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ (طٰہٰ : ۱۱۴)

اور آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار بڑھا دے میرے علم کو۔

ایک جگہ اور فرمایا :

﴿ فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النحل : ۴۳)

اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے"

اسی طرح دوسری حدیث میں فرمایا :

"ایک عالم کی جاہل پر ایسی ہی فضیلت ہے جس طرح چودہویں رات کے چاند کی سارے ستاروں پر"

اسلام میں باعتبار وجوب کے علم کی چند قسمیں ہیں :

قسم اول : جو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور جس کی عدم واقفیت کی وجہ سے کوئی معذور نہیں سمجھا جائے گا' وہ ہے اللہ تعالیٰ کی

معرفت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور دین اسلام کے ضروری امور کی معرفت حاصل کرنا۔

قسم دوم : جو فرض کفایہ ہے، یعنی اگر اسے امت کے کچھ لوگ حاصل کرلیں تو بقیہ تمام لوگوں کی طرف سے کافی ہوگا اور وہ لوگ عدم تحصیل پر گنہگار نہیں ہوں گے، لیکن ان لوگوں کے لیے بھی اس کا حاصل کرنا مستحب اور افضل ہوگا، اور وہ ہے فقہی و شرعی مسائل میں اتنی مہارت حاصل کرنا کہ تدریس، منصب قضا اور افتاء کا اہل ہو جائے اور لوگوں کی دینی و شرعی رہنمائی کرسکے۔

اسی ضمن میں وہ سارے دنیاوی علوم و فنون بھی آتے ہیں جن کے ذریعہ مسلمان خود کفیل ہو جائیں اور دوسروں کے محتاج نہ رہیں، اس لیے مسلمان حکمرانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کچھ ایسے افراد تیار کرائیں جو یہ علوم و فنون حاصل کریں، جو مسلمانوں کے لیے ضروری ہیں اور جن کے ذریعہ وہ خود کفیل ہوسکتے ہیں۔

۲ - عقیدہ کی درستگی :

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ وہ برملا یہ اعلان کردیں کہ سارے لوگ اللہ واحد کے بندے ہیں، لہٰذا ان کے لیے ضروری ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اسی سے براہ راست

بغیر کسی واسطہ کے اپنی عبادت و دعا کا رابطہ قائم رکھیں جس کی تفصیلات توحید کی شرح میں گذر چکی ہیں' اور اسی طرح صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک پر بھروسہ رکھیں' اسی سے خوف و خشیت کا اظہار کریں' اسی سے امیدیں رکھیں' کیونکہ نفع و نقصان کا مالک وہی ہے' اور ان تمام صفات کمال سے اسے متصف کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے متصف کیا ہے۔

۳ ۔ حقوق العباد کی ادائیگی :

اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ ایسا نیک صفت انسان بنے جو انسانیت کو کفر و شرک کی تاریکی سے نکال کر اسلام کے نور کی طرف لانے کی کوشش کرے' اسی کے پیش نظر ہم نے اس کتاب کو مرتب اور اسے زیر طبع سے آراستہ کرکے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے' تاکہ اس فریضۂ دعوت اور حقوق العباد کی فرضیت سے سبکدوش ہو سکیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ ایمان باللہ کا رابطہ ہی ایک مسلمان کو دوسرے سے مربوط کرے' اور اسی بنیاد پر باہمی تعلقات

و معاملات استوار کیے جائیں' لہٰذا ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے جو نیک اور اللہ کا فرمانبردار ہو محبت کرے' اگرچہ وہ دور کا رشتہ دار تک نہ ہو' اور ان کافروں سے بغض و عداوت رکھے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان ہیں' اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ وہی مضبوط رشتہ اور رابطہ ہے جو دو مختلف اشخاص کو باہم ملاتا اور ان میں الفت و محبت پیدا کرتا ہے' بخلاف نسبی اور وطنی اور عارضی و مادی رشتوں کے جو بہت جلد چکناچور ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْآخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' آپ انہیں نہ پائیں گے کہ ایسوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں' خواہ وہ لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ﴾ (الحجرات : ۱۳)

بیشک تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار شخص اللہ کے نزدیک سب سے معزز ہے۔

اللہ تعالیٰ پہلی آیت کریمہ میں یہ بتا رہا ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والا مرد مومن اللہ کے دشمنوں سے اظہار محبت نہیں کرتا' اگرچہ وہ قریب ترین رشتہ دار ہوں۔

دوسری آیت میں یہ واضح فرما رہا ہے کہ اللہ کے یہاں شرف و منزلت رکھنے والا محبوب شخص وہ ہے جو اس کا فرمانبردار ہو' چاہے وہ کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والا فرد ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف سے معاملہ کرنے کا حکم فرمایا ہے' چاہے دوسرا شخص دشمن ہو یا دوست' اور ظلم و ستم کو اپنی ذات پاک پر حرام قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کے مابین بھی حرام ٹھہرایا ہے۔ اور امانت داری اور سچائی کا حکم دیا ہے اور خیانت و دروغ گوئی سے منع فرمایا ہے' اور والدین کی اطاعت وخدمت' رشتہ داروں سے صلہ رحمی' فقراء و مساکین کے ساتھ احسان اور رحم دلی کا حکم فرمایا ہے' اور رفاہی کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا ہے' حتیٰ

کہ جانوروں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا حکم اور ان کو تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے [(۱)]۔

ہاں نقصان پہنچانے والے جانوروں کو جیسے پاگل کتے' سانپ' چوہے' بچھو اور چھپکلی وغیرہ جیسے جانوروں کو مار ڈالا جائے گا' تاکہ ان کی ایذا رسانی سے لوگ محفوظ رہ سکیں' ہاں ان کو بھی تکلیف دے دے کر مارنا منع ہے۔

۴ - مرد مومن کی قلبی کیفیت :

قرآن کریم کی متعدد آیتیں یہ بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں' نیز ان کے تمام اعمال اور دل میں چھپے ہوئے رازوں اور نیتوں سے واقف اور باخبر ہے' اور ان کے اقوال و اعمال کے ریکارڈ تیار کئے جا رہے ہیں اور اس کام کے لیے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو ہمہ وقت ساتھ ہیں اور ہر چھوٹی و بڑی اور ظاہری و باطنی

---

(۱) حلال جانور کو ذبح کرتے وقت ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ چھری کو تیز کر لیا جائے تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو اور بآسانی ذبح ہو جائے' اور حلق کی جگہ چھری پھیری جائے اور شہ رگ کاٹی جائے تاکہ خون پوری طرح نکل جائے' اور اونٹ کو گردن سے نیچے نحر کیا جائے' اور جانور کو بجلی کا شاک دے کر یا سر پر مار کر قتل کرنا اور اس کا کھانا ناجائز ہے۔

چیزوں کو جو انسانوں سے صادر ہوتی ہیں لکھ لیا کرتے ہیں' اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ یوم آخرت میں ان کا حساب و کتاب لے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دردناک عذاب سے ڈرایا اور متنبہ کیا ہے جو لوگ اس دنیاوی زندگی میں اس کی نافرمانی اور گناہ کرتے ہیں' چنانچہ مومنین ان تنبیہات سے سبق حاصل کرتے ہوئے معصیت اور نافرمانی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور گناہوں اور مخالفتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیت کا اظہار کرتے ہیں' اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیت نہیں رکھتے اور گناہوں کا آزادی سے ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی باز رکھنے کا ایک طریقہ مقرر فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپس میں امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہیں' اور اس طرح ہر مسلمان اس کا شعور رکھے کہ ہر وہ گناہ جو کوئی دوسرا شخص بھی کرے وہ اپنے آپ کو عند اللہ اس کا ذمہ دار تصور کرتے ہوئے حسب استطاعت اپنی زبان سے یا ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے' نہیں تو کم از کم اسے دل میں برا سمجھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمان حکمرانوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں پر اللہ کے احکام کی تنفیذ

کریں، جس کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے بیان فرمائی ہیں، یعنی جرائم پیشہ لوگوں پر جرائم کے اعتبار سے ان پر تعزیرات نافذ کریں تاکہ عدل و انصاف، امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ ہو۔

۵ ۔ اسلام کا معاشرتی تعاون :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ باہمی طور پر مالی اور معنوی تعاون کیا کریں، جس کی قدرے تفصیلات زکوٰۃ و صدقات کے باب میں بیان ہو چکی ہیں، اسی طرح اس نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے خواہ کتنی ہی معمولی سی چیز کے ذریعہ ہو، جیسے راستوں یا سایہ والی جگہوں پر کوئی ناخوشگوار چیز ڈال دی جائے۔ اور ایسی تکلیف دہ چیزوں کو زائل کرنے پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اور تکلیف دہ چیز رکھنے والے کو سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ دوسرے کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس کے لیے وہ چیز ناپسند کرے جو خود اپنے لیے ناپسند کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ ﴾

(المائدہ : ۲)

ایک دوسرے کی مدد' نیکی اور تقوے میں کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

مزید ارشاد ہے :

﴿ إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٞ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَ أَخَوَيۡكُمۡۚ ﴾

(الحجرات : ۱۰)

بیشک مسلمان (آپس میں) بھائی بھائی ہیں' سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو۔

نیز فرمایا :

﴿ لَّا خَيۡرَ فِي كَثِيرٖ مِّن نَّجۡوَىٰهُمۡ إِلَّا مَنۡ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوۡ مَعۡرُوفٍ أَوۡ إِصۡلَٰحِۭ بَيۡنَ ٱلنَّاسِۚ وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٰلِكَ ٱبۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ ٱللَّهِ فَسَوۡفَ نُؤۡتِيهِ أَجۡرًا عَظِيمٗا ﴾

(النساء :۱۱۴)

سرگوشیاں بہت سی ایسی ہیں جن میں کوئی بھلائی نہیں' ہاں البتہ بھلائی یہ ہے کہ کوئی صدقہ کی ترغیب دے یا کسی اور نیک کام

کی' یا لوگوں کے درمیان اصلاح کی' اور جو کوئی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے گا سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا تا آنکہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"(رواہ مسلم)

اسی لئے آپ نے حج وداع کے عظیم خطبہ کے دوران جو آپ نے حیات طیبہ کے آخری دنوں میں دیا تھا اللہ تعالیٰ کے سابقہ احکام کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" اے لوگو ! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے جد امجد ایک ہیں' غور سے سنو ! کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت و فوقیت نہیں' نہ کسی عجمی کو عربی پر' اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر فضیلت حاصل ہے' مگر تقویٰ کے ذریعہ' کیا میں نے اللہ کا حکم تمہیں پہنچا دیا؟ سبھی لوگوں نے کہا : آپ نے بحسن وخوبی پہنچا دیا ہے"۔

مزید ارشاد فرمایا :

"بیشک تمہارا خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزت و آبرو ایسے ہی حرام ہیں جس طرح اس ماہ کا آج کا یہ دن اور تمہارے اس شہر میں' کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟ سبھی نے عرض کیا : ہاں' پھر آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا : اے اللہ ! تو گواہ رہ"(۱)۔

٦ - اسلام کی داخلی سیاست :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ہی میں سے کسی کا انتخاب کرکے اپنا امام و حاکم مقرر کرلیں اور اس کی اطاعت و حاکمیت کو تسلیم کریں اور اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کریں اور اختلاف و انتشار کا شکار نہ ہوں اور اس طرح سے امت واحدہ ہونے کا ثبوت دیں۔

اسی طرح انہیں حکم فرمایا کہ وہ اپنے امام و حاکم کی اطاعت اور فرمانبردای کریں' البتہ جب اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مجبور کریں تو اس میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی جائے گی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

---

(۱) یہ اقتباسات اس جامع اور عظیم الشان خطبہ کے ہیں جو کتب حدیث میں مختلف مقامات پر مذکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ایسے شہر یا ملک میں رہے جہاں اپنے اسلام کا اظہار نہ کر سکتا ہو اور نہ اس کی آزادانہ طور پر دعوت و تبلیغ کر سکتا ہو تو وہ وہاں سے کسی اسلامی ملک کی طرف ہجرت کر جائے جہاں اسلامی قوانین و شریعت کی تنفیذ ہوتی ہو' اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام و قوانین کے مطابق کوئی مسلمان حکمرانی کرتا ہو' کیونکہ اسلام علاقائی حدبندیوں اور قومی اور لسانی تفریق اور امتیازات کا قائل نہیں' بلکہ ایک مسلمان کی قومیت اسلام ہے' تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ساری سرزمین کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے' لہٰذا مسلمان جہاں جی چاہے بغیر رکاوٹ کے آزادانہ طور پر آمد و رفت رکھ سکتا ہے' بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین پر عمل پیرا ہو' اور جب وہ اللہ کے مقرر کردہ حدود کی مخالفت کرے تو اسے اسلامی تعزیرات سے دو چار ہونا پڑے گا- اللہ کی شریعت پر عمل اور اسلامی حدود کی تنفیذ سے ہی امن و امان قائم ہو سکتا ہے' مسلمانوں کے حقوق محفوظ رہ سکتے ہیں اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکتی ہے اور اسی میں سب کی بھلائی ہے اور اس شریعت سے اعراض کی صورت میں ہر برائی جنم لے سکتی ہے-

شراب کی حرمت : اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل و شعور کی حفاظت کی

خاطر ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور شراب نوشی کرنے والے کی سزا چالیس سے اسی کوڑے تک مقرر کی ہے تاکہ وہ اس حرکت سے باز آجائے اور اس کے عقل کی حفاظت ہو سکے، نیز وہ دوسروں کے لیے عبرت ہو اور وہ اس کے شرو شرارت سے محفوظ ہو جائیں۔

قتل کی حرمت : اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان اور خون کی حفاظت کے پیش نظر ناحق قتل کو حرام قرار دیا ہے اور قاتل کی سزا قصاص کے طور پر قتل قرار دی ہے، اور زخموں کا بھی قصاص مقرر فرما دیا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت اور دفاع کا بھی حق دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ وَلَكُمْ فِي ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَـٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَـٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرہ : ١٧٩)

اور تمہارے لئے اے اہل فہم (قانون) قصاص میں زندگی ہے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"جو شخص اپنے نفس کے دفاع میں قتل ہوا وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنے اہل و عیال کے دفاع میں قتل ہوا وہ شہید ہے، اور

جو شخص اپنے مال و دولت کے دفاع میں قتل ہوا وہ شہید ہے"

غیبت اور تہمت کی ممانعت : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت اس طور پر فرمائی کہ ایک مسلمان کو اپنے مسلم بھائی کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہنے کی ممانعت فرمائی ہے جو اسے ناگوار لگے (یعنی غیبت کی ممانعت فرمائی ہے) اسی طرح کسی مسلمان پر کسی اخلاقی جرم مثلاً زنا یا لواطت کی تہمت لگانے والے کی سزا' تاآنکہ وہ اسے شرعی طور پر ثابت نہ کردے' اسی کوڑے مقرر فرمائی ہے۔

زنا کی حرمت : اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نسل و نسب کی حفاظت کی خاطر زنا اور ناجائز جنسی تعلقات کو حرام فرمایا ہے اور اس اخلاقی جرم کو بہت بڑا گناہ قرار دے کر سختی سے اس کی ممانعت فرمائی ہے' اور جب شرعی طور پر اس کا ثبوت ہو جائے تو اس کی انتہائی بھیانک سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگوں کے لیے عبرت ہو۔

چوری اور دھوکہ دہی وغیرہ کی ممانعت : اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اموال کی حفاظت کے پیش نظر چوری' دھوکہ دہی' جوا' رشوت اور ان کے علاوہ تمام ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت کو حرام قرار دیا ہے اور ان غلط طریقوں پر پابندی اور روک تھام کے لیے چوری و رہزنی کرنے والے کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کیا ہے جب کہ ہاتھ کاٹنے کی شرطیں

پائی جائیں' اور اگر ہاتھ کاٹنے کی شرطیں پوری نہ ہوئیں مگر چوری ثابت ہے تو بھی کچھ سزائیں دی جائیں تاکہ وہ اس قسم کی حرکتوں سے باز آئے۔

جو لوگ ان اسلامی تعزیرات اور شرعی حدود پر تنقید کرتے ہیں ان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ان قوانین کو اس ذات پاک نے مقرر فرمایا ہے جو غیر معمولی علم و حکمت رکھنے والی ہے اور وہ اپنے بندوں کی فطرت و کیفیت سے سب سے زیادہ باخبر ہے' اور ساتھ ہی ساتھ ان پر انتہائی شفقت اور رحم کرنے والی ہے' چنانچہ اس نے ان سزاؤں کو مسلمان مجرموں کے گناہوں کے لیے کفارہ قرار دیا ہے اور معاشرہ کو ان کے اور دوسروں کے شر و فتن سے محفوظ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

جو لوگ قاتل کے قتل اور چور کے ہاتھ کاٹے جانے پر اعتراض کرتے ہیں وہ در اصل اس عضو فاسد کے کاٹنے پر اعتراض کر رہے ہیں جو اگر نہ کاٹا جائے تو اس کے جراثیم پورے معاشرے میں سرایت کر جائیں گے اور اس طرح پورا معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے گا[1] جب کہ یہی

---

(۱) مریض کے جسم کے عضو فاسد کا کاٹ دیا جانا زیادہ بہتر ہے' جس کا مطالبہ خود مریض اور اس کے اہل و عیال کرتے ہیں تاکہ پورا جسم صحیح و سالم محفوظ رہے۔

لوگ دوسری طرف اپنے فاسد اغراض و مقاصد کے لیے معصوم جانوں کی ہلاکت اور ناحق ظلم و زیادتی اور خون بہانے پر داد تحسین دیتے ہیں۔

۷ ۔ اسلام کی خارجی سیاست :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیں تاکہ ان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و اسلام کے نور کی طرف لے جائیں اور دنیاوی زندگی کی مادی آلائشوں اور محرومیوں سے نجات دلاکر اس روحانی سعادت اور قلبی اطمینان و سکون سے روشناش کرائیں جس سے مسلمان حقیقی معنوں میں لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

اسی طرح ایک مسلمان کو یہ حکم ہے کہ وہ ایک نیک اور مفید عنصر بن کر معاشرے میں رہے اور اپنے صلاح کے ذریعہ بگڑے ہوئے معاشرے کو درست کرے اور ساری انسانیت کو تباہی سے بچائے اور اس کی خیر خواہی اور تعاون میں کوئی کسر باقی نہ رکھے' بخلاف دوسرے انسانی نظام حیات کے' جو انسان سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خود ایک اچھا شہری بن کر رہے' دوسروں کی اصلاح و فلاح اس کے ذمہ نہیں ہے۔

یہ اس بات کی واضح اور بین دلیل ہے کہ انسان کے خود ساختہ نظام

حیات کتنے ناقص اور فاسد ہیں اور اسلام کا نظام حیات کتنا مکمل اور صالح ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنی پوری وسعت اور صلاحیت کو بروئے کار لائیں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کی جائے اور اللہ اور ان کے دشمنوں کو مرعوب اور خوف زدہ کیا جائے ' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر مسلموں سے بوقت ضرورت معاہدے کرنے کی اجازت دی ہے جو شرعی اصول و ضوابط کے مطابق ہوں' اور انہیں عہد شکنی سے منع فرمایا' الا یہ کہ دشمن ہی خود عہد شکنی کرنے لگے یا ایسی حرکات و حالات پیدا کردے جو عہد و پیمان کے صریحاً خلاف ہوں۔

مسلمانوں کو قتل و قتال کرنے سے پہلے یہ حکم ہے کہ پہلے کفار و مشرکین کو اسلام کی دعوت دیں' اگر وہ اس سے انکار کردیں تو ان سے جزیہ دینے اور اسلامی قوانین کی پابندی کرنے کا مطالبہ کریں' اگر اس سے بھی انکار کردیں تو کفر و شرک اور ظلم و ستم کے فتنوں کا قلع و قمع کرنے کے لیے ان سے قتال کریں تاکہ صرف اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا ہو۔

اسی طرح دوران قتال مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ عورتوں' بچوں'

بوڑھوں اور کنیسہ میں موجود راہبوں سے کوئی تعرض نہ کریں' الا یہ کہ یہ لوگ کفار و مشرکین کے ساتھ کسی طرح کا تعاون کرتے ہوں' اسی طرح قیدیوں کے ساتھ بھی حسن معاملہ کا حکم ہے۔

ان تعلیمات و ہدایات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلامی جہاد و غزوات کا مقصد لوٹ مار' یا بالادستی حاصل کرنا' یا ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں ہے' بلکہ اس کے انتہائی عظیم الشان اور مقدس اغراض و مقاصد ہیں اور وہ ہیں دین حق کی نشر و اشاعت' اور انسانیت کے ساتھ رحم و کرم اور انسانیت کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر اللہ خالق کی بندگی میں داخل کرنا۔

۸ - اسلام میں آزادی :

(ا) مذہبی آزادی : اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کو جو اسلامی نظام کے تحت آجائیں انہیں مذہبی آزادی دے رکھی ہے' انہیں اسلامی عقائد و احکام سے روشناس کرا دیا جائے اور اسلام کی دعوت دیدی جائے' اس کے بعد جس کا جی چاہے دین اسلام قبول کرکے دینی و دنیاوی سعادت و کامیابی حاصل کرے' اور جو کوئی اپنے آباء و اجداد کے دین پر باقی رہ کر بدبختی اور عذاب آخرت کا مستحق ہونا چاہے تو اسے بھی پورا اختیار ہے' اور اس طرح سے اس پر حجت تمام ہوگئی' اب اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عذر پیش کرنے کا جواز نہیں ہوگا کہ اسے دعوت نہیں پہنچی۔

اس وقت مسلمان اسے سابقہ دین پر چھوڑ دیں گے اور اس کی جان و مال کی حفاظت کے عوض جزیہ وصول کریں گے' وہ سارے اسلامی قوانین کا پابند ہوگا اور مسلمانوں کے سامنے اپنے کفر اور شرکیہ شعائر کا اظہار نہ کرے گا۔

لیکن کوئی مسلمان اگر دین اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے' اس لیے کہ وہ اس بھیانک جرم کیوجہ سے زندہ رہنے کا حق نہیں رکھتا' ہاں اگر توبہ و استغفار کر کے دوبارہ اسلام میں داخل ہوگیا تو اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔

اگر کسی نے اسلام سے خارج کرنے والی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا بھی ارتکاب کر لیا تو اس سے توبہ کرے اور دوبارہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرے۔

اسلام سے خارج کرنے والی چیزیں :

اسلام سے خارج کر دینے والی چیزیں کئی ایک ہیں جن میں سے مشہور ترین یہ ہیں :

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور عبادت میں دوسروں کو شریک بنانا' اگرچہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی کو واسطہ اور سفارشی بنا کر ہی کیوں نہ ہو' جسے وہ پکارے اور تقرب حاصل کرے اور شفاعت کی

درخواست کرے' خواہ اس کی الوہیت کا لفظاً و معنی اعتراف 'معبود اور عبادت کے معنی جاننے کی وجہ سے کرے' جیسا کہ دور جاہلیت کے مشرکین کرتے تھے' جنہوں نے اپنے سابقہ صالحین کے نام سے ایسے بت بنا رکھے تھے جن کی شفاعت کی غرض سے عبادت کیا کرتے تھے۔

یا یہ اعتراف نہ کرے کہ وہ واسطہ معبود ہے اور اس کا یہ فعل عبادت ہے' جیساکہ آج کے نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے' جن کو اگر عقیدہ توحید کی دعوت دی جائے تو اس کو قبول نہیں کرتے' وہ اس زعم باطل میں ہیں کہ شرک تو صرف بتوں کے سامنے سجدہ کرنے کا نام ہے' یا یہ کہ کوئی بندہ کسی غیراللہ کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا معبود ہے۔

ان کا حال یا مثال اس شخص جیسی ہے جو شراب کو دوسرا نام دے کر نوش کرے' جس کی قدرے تفصیلات گذر چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

﴿ فَٱعْبُدِ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ۝٢ أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلْخَالِصُ ۚ وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِى مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى مَنْ هُوَ كَٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ (الزمر : ۲'۳)

آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کی عبادت کرتے رہیئے' یاد رکھو عبادت خالص اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش بس اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں' بیشک اللہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس بات میں یہ باہم اختلاف کر رہے ہیں' بیشک اللہ ایسے کو راہ راست پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو' ناشکرا ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ ٱلْمُلْكُ ۚ وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا۟ دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا۟ مَا ٱسْتَجَابُوا۟ لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴾ (الفاطر : ۱۳'۱۴)

یہی اللہ تمہارا رب ہے' اسی کی حکومت ہے' اور جنہیں تم اس کے علاوہ پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے' اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے' اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہا نہ کر سکیں گے' اور قیامت

کے دن وہ تمہارے شرک کرنے ہی سے منکر ہوں گے اور تجھ کو (اللہ) خبیر کا سا کوئی نہ بتائے گا۔

(۲) مشرکوں اور دیگر کفار جیسے یہودی' عیسائی' ملحد' مجوسی اور وہ طاغوتی طاقتیں جو اللہ کے قوانین کے علاوہ سے فیصلے اور حکومتیں کرتے ہیں اور احکام الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں' تو جو شخص جاننے کے باوجود انہیں کافر نہ سمجھے وہ خود بھی کافر ہو گیا۔

(۳) جس نے شرکیات پر مشتمل جادو' ٹونا خود کیا یا کرنے والے کو صحیح سمجھا وہ کافر شمار ہو گا۔

(۴) یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی دوسری شریعت یا نظام' اسلامی شریعت سے اکمل و افضل ہے' یا یہ کہ کسی اور کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے بہتر ہے' یا غیر الٰہی قانون سے فیصلہ لینا جائز ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا یا آپ کی لائی ہوئی باتوں میں سے کسی بات کو مبغوض سمجھنا۔

(۶) جانتے ہوئے اللہ کے دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا۔

(۷) اسلام کی فتح و نصرت اور سربلندی کو ناپسند کرنا اور اس کی شکست و کمزوری پر مسرت کا اظہار کرنا۔

(۸) کفار سے دوستی اور ان کی تائید اور مسلمانوں کے خلاف یہ جانتے

ہوئے بھی ان کی مدد کرنا کہ کفار سے دوستی رکھنے والا انہیں کے زمرہ میں شمار ہوگا۔

(۹) یہ اعتقاد رکھنا کہ مجھے شریعت محمدیہ کے حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت ہے' حالانکہ کسی شخص کے لیے کسی بھی مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے سرمو تجاوز کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے دین سے اعراض کرنا' چنانچہ جس نے جان بوجھ کر اسلام سے اعراض کیا' یعنی نہ اسے سیکھا اور نہ ہی اس پر عمل کیا وہ کافر ہے۔

(۱۱) اسلام کے کسی ایسے حکم کا انکار جس پر سب کا اجماع ہو' اور اس جیسے لوگوں پر وہ حکم مخفی نہ ہو۔ ان نواقض کے دلائل قرآن و سنت میں بکثرت موجود ہیں۔

(ب) فکری آزادی : اسلام نے آزادی فکر کی مکمل اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ آزادی فکر' اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہو' چنانچہ ایک مسلمان کو یہ حکم ہے کہ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرے' بلکہ اس کو بہترین جہاد کہا گیا ہے' اسی طرح اس کو حکم ہے کہ اپنے حکمرانوں کو خیر خواہی میں مشورہ دے اور اچھی باتوں کی نصیحت کرے

اور بری چیزوں سے منع کرے' اور باطل کے علمبرداروں کی مخالفت کرے' ان کو اس سے باز رکھے' اور کسی کی رائے کو ملحوظ رکھنے کا یہ سب سے بہتر نظام ہے۔

رہے وہ افکار و نظریات جو اسلامی شریعت کے مخالف اور متصادم ہوں تو ان کے اظہار کی بالکل اجازت نہیں' کیونکہ یہ سراسر فساد و تباہی اور حق کی بیخ کنی ہے۔

(ج) انفرادی آزادی : اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کے حدود کے اندر رہتے ہوئے مسلمان کو شخصی و انفرادی آزادی دے رکھی ہے' چنانچہ ایک انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اپنے تصرفات و معاملات میں پورا آزاد ہے اور اس حریت کی بنا پر بیع و شراء' ہبہ' وقف' عفو و درگذر' نیز شریک حیات کا انتخاب کرنے اور دیگر بہت سے دینی و دنیاوی معاملات کا اختیار رکھتا ہے' اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا' البتہ عورت کسی ایسے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی جو دین میں اس کے مساوی نہ ہو' تاکہ اس کے عقیدے اور شرافت کی حفاظت ہو سکے' اور یہ پابندی خود اس کی اور اس کے خاندان کی بھلائی کے لیے ہے۔ عورت کا ولی (نسب کے اعتبار سے قریب ترین شخص یا اس کا نائب) ہی اس کے عقد نکاح کے امور کا ذمہ دار ہو گا' کیونکہ عورت خود اپنا نکاح براہ

راست نہیں کر سکتی' تاکہ زانیہ عورتوں سے مشابہ نہ ہو جائے' اور اس کی شرافت اور عصمت و عفت اور حیا و شرم پر آنچ نہ آئے' چنانچہ ولی' ہونے والے شوہر سے کہے گا کہ میں نے فلاں کا نکاح تم سے کر دیا' اور اس کے جواب میں دو گواہوں کی موجودگی میں وہ یہ کہے گا کہ میں نے قبول کیا۔

اسلام ایک مسلمان کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ شرعی حدود و قوانین کی خلاف ورزی کرے' کیونکہ خود وہ اور ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے' اس لیے ان قوانین کے حدود کے اندر رہتے ہوئے معاملات و تصرفات کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے باعث رحمت و سعادت بنایا ہے' جو ان پر عمل پیرا ہوا وہ ہدایت یاب اور کامیاب ہوا اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ بد بخت و برباد ہوا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زنا' لواطت' خودکشی اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے کو سختی سے حرام قرار دیا ہے۔

جہاں تک ناخن ترشوانے' مونچھ کتروانے' زیر ناف حلق کرنے' بغل کے بال صاف کرنے اور ختنہ کرانے کا تعلق ہے تو وہ اس لیے انجام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو اللہ کے دشمنوں سے ان چیزوں میں مشابہت

اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے جو ان کی خصوصیات کے قبیل سے ہوں' کیونکہ ظاہری طور پر تشبہ سے باطنی طور پر تعلق اور قلبی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایک مسلمان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ صحیح اسلامی فکر و نظر کا منبع ہو' مستورد انسانی افکار و نظریات کا مخزن نہ ہو' اسی طرح وہ دوسروں کے لیے نیک نمونہ ہو' ان کا مقلد نہ ہو۔

اسی طرح اسلام نے مسلمانوں کو صنعتی تعمیر و ترقی اور فنی ایجاد و اختراع اور اعلیٰ علوم و فنون کے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر مسلموں سے بھی استفادہ کرنے اور سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں رکھا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کا معلم حقیقی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے :

﴿عَلَّمَ ٱلۡإِنسَٰنَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ﴾ (العلق : ۵)

انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اور انسان کی انفرادی آزادی سے فائدہ اٹھانے' اس کی کرامت کو محفوظ رکھنے اور خود اس کے اور دوسروں کے شر سے بچانے میں انسان کی اصلاح اور خیر خواہی کا یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

(د) رہائشی آزادی : اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو گھر کے اندر رہنے کے وقت آزاد رکھا ہے' چنانچہ کسی دوسرے شخص کو بغیر اس کی اجازت کے

گھر میں جھانکنے یا داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

(ھ) معاشی آزادی : اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلاش معاش اور اس کے انفاق کے سلسلہ میں شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے آزاد رکھا ہے' چنانچہ اسے کام کرنے' کمانے' اور محنت و مزدوری کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کر سکے' مزید برآں خیر و احسان کے راستہ میں خرچ کرے' بایں ہمہ دوسری جانب حرام کمائی جیسے سود' جوا' رشوت' چوری' جادو ٹونا کی اجرت' شراب فروشی' زنا' لواطت' جاندار کی فوٹو گرافی' آلات لہو و لعب کی کمائی اور رقص و سرود سے حاصل کردہ تمام رقومات اور مال و دولت کو حرام قرار دیا ہے' اور جس طرح ان راستوں سے کمانا حرام کیا ہے اسی طرح ان راستوں میں تعاون کرنا بھی حرام فرمایا ہے' لہٰذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف کار خیر اور جائز مصرف میں خرچ کرے۔

اور یہ انسان کے لیے کمانے اور خرچ کرنے کے معاملہ میں ہدایت و خیر خواہی اور اصلاح کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے' تاکہ حلال کمائی کے ذریعہ وہ مالدار ہو کر خوشحال زندگی گذار سکے۔

(۹) اسلام کا عائلی نظام :

اللہ تعالیٰ نے اسلامی شریعت میں خاندانی نظام کو غیر معمولی خوبیوں کے ساتھ مرتب و منظّم فرما دیا ہے' اور وہ ایسا جامع اور مکمل ہے جس پر عمل پیرا ہونے والوں کو ہر طرح کی راحت اور سعادت حاصل ہوتی ہے' چنانچہ اس کے مندرجہ ذیل اصول و امور ہیں :

(ا) والدین کے حقوق :

اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد و عورت پر والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت و اطاعت ضروری قرار دیا ہے' تاکہ وہ ان سے راضی اور خوش رہیں' کیونکہ ان کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

اسی طرح والدین سے دور رہنے والے کے لیے ان کی برابر زیارت کرنا' ان کی خدمت کرنا' اور ضرورتمند ہوں تو ان کا نان و نفقہ پورا کرنا اور رہائش فراہم کرنا ضروری قرار دیا ہے' اور ایسا کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب و عقاب کا مستحق بتایا ہے جو والدین کی نافرمانی کرتے اور ان کی خدمت اور ضروریت کی فراہمی میں کوتاہی برتتے ہیں۔

(ب) **زوجین کے حقوق** : اللہ تعالیٰ نے نکاح مشروع فرمایا ہے اور اس کی حکمت خود قرآن کریم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان اور واضح فرمائی ہے، جس میں چند مندرجہ ذیل ہیں :

- نکاح سے عفت اور عصمت کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔
- حرام کاری اور بدفعلی (زنا، لواطت) سے انسان محفوظ رہتا ہے۔
- بدنگاہی سے انسان محفوظ رہتا ہے۔
- نکاح کے بعد مرد و عورت دونوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان الفت و محبت رکھی ہے۔
- مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔
- ازدواجی زندگی سے زوجین میں تقسیم کار ہو جاتا ہے، چنانچہ مرد خارجی اعمال اور کسب معاش کا ذمہ دار ہوتا ہے اور عورت داخلی امور اور حمل و ولادت، بچوں کی رضاعت، تربیت، صفائی ستھرائی، کھانا پکانے وغیرہ جیسے امور کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ چنانچہ جب شوہر تھکا ماندہ

گھر میں داخل ہوتا ہے تو بیوی اس کے لیے اسباب راحت اور طمانینت فراہم کرتی ہے اور وہ اپنے اہل و عیال سے مسرت و اطمینان محسوس کرتا ہے اور ساری تکان اور ہموم و غموم بھول جاتا ہے' اور اس طرح وہ گھرانہ مسرور و مطمئن نظر آتا ہے۔

اگر کوئی موزوں اور مناسب موقع و محل ہو تو عورت کے لیے کام کرنا اور گھریلو اخراجات میں شوہر کا ہاتھ بٹانا جائز ہے' لیکن اس کے لیے مندرجہ ذیل چند شرطیں ہیں :

اول : عورت کی جائے عمل مردوں سے الگ تھلگ ہو' اس طور پر کہ باہمی اختلاط نہ پایا جائے' جیسے اپنے گھر کے اندر یا اپنے کسی باغ یا شوہر کے کسی فارم وغیرہ میں جہاں بالکل اختلاط نہ ہو' اور جہاں اختلاط ہو جیسے کارخانے' دکانیں' وفاتر' تو ایسی جگہوں پر قطعاً اسے کام کرنے کی اجازت نہیں' اور نہ اس کے شوہر یا والدین او رشتہ داروں کو حق ہے کہ اس کی اجازت دیں' کیونکہ یہ خود فتنے میں پڑنے اور دوسروں کو اس میں مبتلا کرنے اور پورے معاشرے میں فساد برپا کرنے کے مترادف ہے۔

عورت جب تک اپنے گھر میں محفوظ اور پردہ نشیں اور امن و

امان میں رہتی ہے' اس وقت تک بدبخت دست درازی نہیں کرپاتے اور گنہگار اشخاص بدنگاہی نہیں کر سکتے' لیکن اس کے برعکس جب عورت لوگوں کے درمیان نکل پڑتی ہے تو اپنا قیمتی سرمایہ عفت و عصمت کھو بیٹھتی ہے اور اس بکری کی طرح ہو جاتی ہے جو درندوں کے درمیان پھنس جائے' پھر تھوڑی ہی دیر میں اس کی شرافت اور کرامت کے تانے بانے تار تار ہو جاتے ہیں اور وہ بدبخت افراد اس کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

(ج) تعدد زوجات :

اسلام نے تعدد زوجات کی اجازت دی ہے' اگر کوئی شخص ایک عورت پر اکتفا نہ کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو چار شادیوں تک کی اجازت مرحمت فرمائی ہے' بشرطیکہ ان کے مابین نان و نفقہ' رہائش' اور شب گذاری میں عدل و انصاف سے کام لے' اور جہاں تک قلبی محبت اور لگاؤ کا تعلق ہے تو اس میں عدل شرط نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں' وہ اس میں معذور ہے' اور اس عدل پر قدرت رکھنے کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں نفی فرمائی ہے :

﴿ وَلَن تَسْتَطِيعُوٓاْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ ٱلنِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ (النساء : ۱۲۹)

اور تم سے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرو خواہ تم اس کی (کیسی ہی) خواہش رکھتے ہو۔

وہ عدل محبت اور اس کے لوازمات ہیں' جس میں عدل کا عدم حصول قابل مذمت نہیں ہے' جو تعدد زوجات کے لیے ضروری ہے کیونکہ انسان اس پر قادر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے لیے تعدد زوجات کو مشروع فرمایا تھا اور یہ مشروعیت ہر اس شخص کے لیے ہے جو عدل بین الزوجات کرنے کی

استطاعت رکھتا ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کے مصالح اور ان کے مزاج و مذاق سے سب سے زیادہ واقف ہے اور ان کے حسب حال احکام نازل فرماتا ہے' چنانچہ ایک باصحت اور سلیم الفطرت شخص اتنی جنسی طاقت و صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ چار عورتوں کو بیک وقت رکھ سکے اور ان کو عفت و عصمت سے ہم کنار کر سکے' اگر عیسائیوں [1] کے مذہب کے مطابق ایک بیوی تک ازدواجی زندگی کو محدود و محصور کر دیا جائے جس کا بعض نام نہاد مسلمان بھی نعرہ بلند کر رہے ہیں تو اس سے مندرجہ ذیل مفاسد رونما ہوں گے :

اول : اگر کوئی شخص مومن صادق اور متقی و پرہیزگار ہو تو اس قانون اور پابندی کی وجہ سے اپنے آپ کو قدرے مایوس اور محروم تصور کرے گا اور اپنی جائز خواہشات کو دبانے اور ختم کرنے پر مجبور ہو گا' کیونکہ ایک بیوی اپنی نسوانیت کی وجہ سے مختلف حالات سے دو چار ہوتی ہے' جیسے حمل' حیض و نفاس اور مرض وغیرہ' جس میں شوہر جنسی تعلقات قائم نہیں کر رکھ سکتا' تو اس دوران وہ اپنے کو علیحدہ اور بغیر بیوی کے تصور کر سکتا ہے' یہ اس صورت میں ہے جب کہ بیوی اسے پسند ہو اور

---

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تعدد زوجات منع نہیں تھا' یہ بعد کے عیسائیوں کا خود ساختہ قانون ہے۔

دونوں کے درمیان محبت و الفت قائم ہو' لیکن اگر اسے اپنی سے زیادہ محبت و لگاؤ نہ ہو تو ان ایام میں مزید تشویش اور ذہنی انتشار و تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔

دوم : اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور خائن ہو تو ان حالات میں یقیناً خیانت کرے گا اور بیوی کو نظر انداز کرتے ہوئے زناکاری کے بھیانک گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا' بہت سے وہ لوگ جو تعدد زوجات پر لمبے چوڑے اعتراضات کرتے ہیں اور عورتوں کے حقوق کے علمبردار نظر آتے ہیں' وہ اپنی ذاتی زندگی میں زناکاری و فحاشی کے غیر محدود جرائم میں ملوث ہوتے ہیں' اور اس سے بھی خطرناک بات یہ ہے کہ تعدد زوجات کی مخالفت کرنے والا اور اس کی مشروعیت کو جانتے ہوئے نکتہ چینی کرنے والا کافر شمار ہو گا۔

سوم : تعدد زوجات کی ممانعت سے معاشرہ کی بے شمار عورتیں ازدواجی زندگی اور اہل و عیال کی نعمت سے محروم ہو جائیں گی' چنانچہ ایک عفت پسند اور پاکیزہ خاتون مسکین اور بیوہ ہو کر زندگی بسر کرے گی' جب کہ دوسری طرف فسق و فجور کی دلدادہ دوشیزہ جرائم پیشہ افراد کے ساتھ داد عیش دے گی۔

سبھی لوگ یہ بخوبی جانتے ہیں کہ دنیا کے ہر دور میں عورتوں کی

تعداد مردوں سے زیادہ رہی ہے' کیونکہ مرد ہی جنگوں میں کام آتے ہیں اور تلاش معاش میں مختلف خطرات سے دوچار ہو کر موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں' اسی طرح سب لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ عورت بالغ ہونے کے فوراً بعد شادی کے قابل ہو جاتی ہے' لیکن بہت سے مرد بالغ ہونے کے فوراً بعد ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کی لیاقت و استطاعت نہیں رکھتے' کیونکہ ان کے ذمہ مہر اور بیوی کے اخراجات ہوتے ہیں۔

ان مذکورہ وجوہات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف اور اس پر رحم کیا ہے۔

جو لوگ جائز تعدد زوجات کی مخالفت کرتے ہیں وہ درحقیقت عورتوں کے' انبیاء کرام کی سنت کے اور شرف و فضیلت کے دشمن ہیں' کیونکہ انبیاء کرام نے بھی متعدد شادیاں کی ہیں اور شرعی حدود کے اندر تعدد زوجات کو اپنایا ہے۔

رہی غم اور غیرت کی بات جو دوسری بیوی کے آنے کی صورت میں پہلی بیوی محسوس کرتی ہے تو یہ ایک جذباتی بات ہے' اسے ایک شرعی حکم پر مقدم نہیں کیا جا سکتا' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ عورت شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر سے یہ شرط لگا لے کہ اس کے ہوتے

ہوئے وہ دوسری شادی نہیں کرے گا' اور اس شرط کو قبول کر لینے کے بعد شوہر کو اس کی پابندی کرنی ہوگی' لیکن اس کے باوجود اگر وہ دوسری شادی کرنا چاہے تو پہلی بیوی کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور چاہے تو نکاح فسخ کرا لے' اور اس صورت میں بیوی کو دی ہوئی کسی بھی چیز کے واپس لینے کا کوئی حق شوہر کو نہیں ہوگا۔

(د) طلاق کی اجازت :

اللہ تعالیٰ نے طلاق کی اجازت دی ہے' اور اس کی مشروعیت اور جواز ان ناگریز حالات میں ہے جب زوجین کے مابین اختلاف شدید ہو جائے' اور مزاج میں کوئی مناسبت نہ پائی جائے اور الفت و محبت ختم ہو جائے اور باہمی نباہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے' چنانچہ ان ناگفتہ بہ حالات میں دونوں کو بدبختی سے بچانے کے لیے اسلام نے یہ اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ زوجین خوش اسلوبی سے الگ ہو جائیں اور پھر نئے سرے سے کسی شریک حیات کا انتخاب کر کے دنیا کی بقیہ زندگی خوشگوار گذار سکیں' اور دونوں کا اگر اسلام پر خاتمہ ہوا ہو تو آخرت کی زندگی میں بھی سعادت سے ہمکنار ہوں[1] ۔

---

(۱) مسلمان عورت کو جب اللہ حساب و کتاب کے بعد جنت میں داخل کرے گا تو اسے =

(۱۰) اسلام کا نظام حفظان صحت :

اسلامی شریعت نے تمام زریں طبی اصول و ضوابط بتا دیئے ہیں' چنانچہ قرآن کریم نے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں نفسیاتی اور جسمانی امراض کی تشخیص اور اس کے مادی اور روحانی علاج کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾

(الاسراء : ۸۲)

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"اللہ تعالیٰ جب کوئی بیماری نازل کرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا علاج بھی نازل فرماتا ہے' تو کچھ لوگ اس کی معرفت حاصل کر

= مسلمان جنتی مردوں سے شادی کرنے اور ان کے انتخاب کا اختیار دیدے گا تو وہ جس سے چاہے گی شادی کرے گی' اور وہ عورت جس کے دنیا میں یکے بعد دیگرے متعدد شوہر رہے ہوں تو ان میں سے اس کا دنیا میں سب سے محبوب شوہر جنت میں اس کا شوہر ہو گا' بشرطیکہ وہ جنتی ہو۔

لیتے ہیں اور کچھ لوگ اس سے ناواقف رہتے ہیں"

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے :

"اے اللہ کے بندو ! علاج معالجہ کیا کرو، اور خبردار ! حرام چیزوں سے علاج نہ کیا کرو"

امام ابن قیم۔ رحمہ اللہ۔ نے اپنی کتاب "زاد المعاد" میں طب نبوی کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے، کیونکہ اسلام اور خاتم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بیان میں یہ جامع ترین، صحیح اور مفید ترین کتابوں میں سے ہے۔

(١١) اسلام کا معاشی نظام :

اسلام نے انسانی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ان تمام چیزوں کی بخوبی وضاحت کر دی ہے جو ایک شخص کو اپنی شہری زندگی کے لیے درپیش ہوتی ہیں جیسے غذائی اشیاء کی فراہمی، خدمات عامہ کا نظم و نسق، اداری و تنظیمی امور کی ترتیب، نقل و حمل کے وسائل کا بندوبست، تجارتی معاملات کے اصول و ضوابط، صنعتی استحکام کے اسباب کا انتظام اور زراعتی ترقی اور خود کفالت کے اقدامات، دھوکہ اور چوربازاری کا سد باب اور اس جیسے دیگر معاملات جن کی ایک انسان کو ضرورت ہوتی ہے۔

(۱۴) دشمنوں سے حفاظت کا طریقہ :

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کے دشمنوں کی نشاندہی کر دی ہے جو ان کے دینی و دنیاوی ہلاکت کے سبب بنتے ہیں' چنانچہ ان سے بچنے اور ان کے شر و فتن سے محفوظ رہنے کا طریقہ بیان فرما دیا ہے اور وہ دشمن یہ ہیں :

دشمن اول : شیطان لعین ہے جو انسان کا اولین حاسد اور دشمن ہے' وہی دوسرے سارے دشمنوں کو انسان کے خلاف اکساتا اور بھڑکاتا ہے اور اسی نے ہمارے ماں باپ حضرت آدم و حوا کو جنت سے نکلوایا اور قیامت تک ان کی ذریت کا دائمی دشمن ہو گیا' یہ پوری جانفشانی سے یہ کوشش کرتا ہے کہ انسان کو بہکا کر کفر و شرک میں مبتلا کر دے تاکہ نعوذ باللہ وہ اس کے ساتھ جہنم میں جائیں' اور جو شخص اس کے کفر و شرک میں نہیں پھنستا تو اسے گناہوں اور برائیوں کے دلدل میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب و عقاب سے دو چار ہو' شیطان رجیم ایسی مخلوق ہے جو انسان کے رگ و پے میں دوڑتا اور اثر انداز ہوتا ہے' اس کو وسوسوں میں مبتلا کرتا ہے اور برائیوں کی ملمع سازی کر کے خوشنما انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ انسان دھوکہ کھا بیٹھے' شیطان کے کید و مکر سے بچنے اور محفوظ رہنے کا طریقہ

یہ ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے' کہ جب کوئی مسلمان غصہ میں آئے یا کسی گناہ کا ارادہ کرے تو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" (میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) کہے اور غصہ پر عمل اور گناہ کا ارتکاب نہ کرے' اور یہ سمجھے کہ اس گناہ پر آمادہ کرنے والا اس کا ازلی دشمن شیطان رجیم ہے جو اس کی ہلاکت کے درپے ہے' پھر اس سے اپنی براءت و نفرت کا اظہار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُوا۟ حِزْبَهُۥ لِيَكُونُوا۟ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ ﴾ (فاطر : ٦)

بیشک یہ شیطان تمہارا دشمن ہے' سو تم اسے دشمن ہی سمجھتے رہو' وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لیے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

دشمن دوم : نفسانی خواہشات ہیں' جن کی بنا پر انسان حق کا انکار اور اس کو مسترد کرنے پر آمادہ ہوتا ہے' اور اپنی خواہشات نفسانی کے خلاف احکام الٰہی اور شریعت اسلامیہ کو بھی مسترد کر دیتا ہے' جذبات کو حق و انصاف پر ترجیح دینا بھی نفسانی خواہشات میں سے ہے۔

چنانچہ اس دشمن سے حفاظت اور نجات کا طریقہ یہ ہے کہ اتباع

نفس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرے، بلکہ حق اور ہدایت کو قبول کرے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو، اگرچہ اس میں تلخی اور دشواری محسوس کرے، نیز شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔

دشمن سوم : نفس امارہ ہے جو انسان کو ہمیشہ برائیوں پر اکساتا اور آمادہ کرتا ہے۔

کبھی کبھی انسان اپنے دل میں جو ناجائز خواہشات پاتا ہے، مثلاً زناکاری یا شراب نوشی یا بلا عذر رمضان کا روزہ نہ رکھنے یا اس جیسے دیگر گناہ کی خواہش جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے، یہ سب اسی نفس امارہ کی جانب سے ہوتا ہے۔

اس چھپے ہوئے دشمن کے مکر و فریب سے چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس اور شیطان کے شر و فتن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور ان حرام کردہ شہوانی چیزوں کے ارتکاب سے پرہیز کرے اور رضائے الٰہی کے پیش نظر ان گناہوں سے مکمل اعراض کرے، جس طرح خواہش کے باوجود نقصان دہ چیزوں کے کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے، اور یہ ذہن میں رکھے کہ یہ ناجائز خواہشات عنقریب فنا ہو جائیں گی اور اس کے بعد حسرت اور مستقل ندامت سے دو چار

ہونا پڑے گا۔

دشمن چہارم : انسان نما شیطان ہیں، اور یہ وہ گنہگار لوگ ہیں جو شیطان رجیم کے آلۂ کار اور اس کے مددگار ہیں، جو گناہوں کے پیروکار ہیں اور اپنے ہم نشینوں کو اسی کی دعوت دیتے ہیں، چنانچہ ان کی مجلس سے دور اور پر حذر رہ کر شر و فتن سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

(۱۴۳) مسلمان کا مقصد حیات :

وہ اعلیٰ اور عظیم الشان اغراض و مقاصد جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو پیدا فرمایا ہے وہ دنیا کی زوال پذیر زیب و زینت اور اس میں عیش و عشرت نہیں، بلکہ اس حقیقی اور ہمیشہ ہمیش باقی اور قائم و دائم رہنے والے مستقبل کی تیاری ہے جو مرنے کے بعد نصیب ہوگا جسے ہم آخرت کی زندگی کہتے ہیں۔

چنانچہ ایک سچا و پکا مسلمان دنیوی زندگی کو اخروی زندگی تک پہنچنے کا وسیلہ اور اس کی کھیتی تصور کرتا ہے اور اس کو بذات خود مقصود حقیقی نہیں سمجھتا، وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو پیش نظر رکھتا ہے :

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات : ۵۶)

میں نے جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اور ارشاد ہے :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلۡتَنظُرۡ نَفۡسٞ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٖۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا تَعۡمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ نَسُواْ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمۡ أَنفُسَهُمۡۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسۡتَوِيٓ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصۡحَٰبُ ٱلۡجَنَّةِۚ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَنَّةِ هُمُ ٱلۡفَآئِزُونَ ﴾

(الحشر : ۱۸-۲۰)

اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے' اور اللہ سے ڈرتے رہو' بیشک اللہ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے' اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا' سو اللہ نے خود ان کی جانوں کو ان سے بھلا دیا' یہی لوگ تو نافرمان ہیں' اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے' اہل جنت تو کامیاب لوگ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿ فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ﴿٧﴾ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ ﴾ (الزلزلہ : ۷' ۸)

سو جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جس کسی

نے ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔

مومن صادق ان جیسی تمام آیتوں پر غور و فکر کرتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے ہیں اور اس کے حقیقی مستقبل اور اصلی ٹھکانے کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس کے منتظر ہیں' چنانچہ مرد مومن اس حقیقی مستقبل کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مرضیات پر چلنے میں مصروف ہو جاتا ہے تاکہ دنیا میں رضائے الٰہی اور آخرت میں جنت کا مستحق ہو' چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں اطمینان بخش زندگی نصیب کرتا ہے' وہ اللہ کی حفاظت میں رہتا اور اللہ کے نور سے دیکھتا اور اس کی عبادات و مناجات سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے اپنے دل و دماغ کو تقویت بخشتا ہے' لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے تو لوگوں کی نیک تمناؤں اور دلی دعاؤں سے مشرف ہوتا ہے جس سے اس کو مزید خوشی اور انشراح قلب حاصل ہوتا ہے۔

دوسری طرف بعض لوگوں کی جانب سے احسان فراموشی دیکھتا ہے تو بھی وہ اپنی کرم فرمائی سے باز نہیں آتا' کیونکہ اس کا مقصد رضائے الٰہی اور اجر و ثواب کا حصول ہوتا ہے' اسی طرح بعض اسلام دشمنوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں اور اس کے درپے آزار ہیں تو

اسے انبیاء کرام کی سنت تصور کرتا ہے اور اسلام سے محبت اور سنت و شریعت پر استقامت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے' اسی طرح مرد مومن کسب حلال کے لیے محنت و مشقت کرتا ہے' چنانچہ وہ دفتر یا دکان یا کارخانے یا کھیتی باڑی میں پوری محنت اور یکسوئی سے کام کرتا ہے تاکہ اپنے انتاج سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے' اور قیامت کے دن اپنے اخلاص اور نیک نیتی پر اجر و ثواب کا مستحق ہو' اور اس سے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرے اور فقراء و مساکین پر خیرات و صدقات کرے اور اس طرح سے شریفانہ اور قناعت و بے نیازی کی زندگی گذارے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قوی اور کام کرنے والا مومن زیادہ پسندیدہ ہے۔

اسی طرح وہ فضول خرچی کئے بغیر کھاتا' پیتا اور سوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے قوت حاصل کرے' وہ اپنی بیوی سے ملتا ہے تاکہ اسے اور اپنے آپ کو بھی محرمات سے محفوظ رکھے اور ایسی اولاد پیدا کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کریں' اور اس کے لیے صدقہ جاریہ ہوں' اور امت محمدیہ میں اضافہ ہو اور اس طرح وہ عند اللہ اجر و ثواب کا سزاوار ہو۔

مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے اور اس سے

عبادت میں تقویت حاصل کرتا ہے اور اسے صرف اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تصور کرتا ہے' جس پر اس کو مزید نعمت دی جاتی ہے اور اجر و ثواب سے ہم کنار ہوتا ہے۔

دوسری طرف جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے جیسے فقر و فاقہ' خوف و مرض وغیرہ' تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی آزمائش سمجھتا ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ قضاو قدر پر اس کے صبرو رضا کی صلاحیت دیکھ لے' حالانکہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے باخبر ہے[1]۔

چنانچہ مرد مومن صبر کرتا ہے اور رضائے الٰہی کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے' تاکہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے صابرین کے لیے رکھا ہے اور اس طرح سے مصیبت اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے اور اس کو وہ بڑی خندہ پیشانی سے جھیل جاتا ہے جس طرح کوئی مریض تلخ دوا شفا کے حصول کے پیش نظر نوش کرلیتا ہے۔

---

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امر و نہی کے ذریعہ مکلف کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کون اطاعت گذار ہے اور کون گنہگار ہے' تاکہ یہ علم ظاہر ہو جائے اور ان کے عمل کے مطابق بدلہ دے اور گنہگار یہ نہ کہے کہ اللہ نے بغیر گناہ کئے مجھ کو سزا دے کر ظلم کیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وما ربک بظلام للعبید"

اگر کوئی مرد مومن اپنی زندگی کو اس نہج پر ڈھال لے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے واضح فرمایا ہے تو وہ "حیات سعیدہ" سے مشرف ہو جائے گا جسے کوئی تلخی مکدر نہیں کر سکے گی اور نہ موت ہی اس سے منقطع کرے گی اور یقیناً وہ سعادت دارین سے ہم کنار ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ (القصص : ۸۳)

یہ عالم آخرت تو ہم انہیں لوگوں کے لیے خاص کر دیتے ہیں جو زمین پر نہ بڑا بننا چاہتے ہیں نہ فساد کرنا اور انجام (نیک) تو متقیوں ہی کا (حصہ) ہے۔

مزید فرمایا :

﴿ مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (النحل : ۹۷)

نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم

انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ضرور اجر دیں گے۔

آیت کریمہ کی تشریح :

اس آیت کریمہ میں اور اس جیسی تمام آیات میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ انسان صالح کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان تمام اعمال صالحہ پر بہترین صلہ اور اجر و ثواب دے گا جو اس کے مرضیات کے حصول کے لئے کیا جائے' اور یہ صلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں باسعادت زندگی عطا کرکے دے دیتا ہے اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے جو کہ ہمیشہ ہمیش کے لیے ہیں' ان سے سرفراز فرمائے گا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"مومن کا معاملہ عجیب و غریب طور پر خیر ہی خیر ہے' اگر اسے خوش کن بات پہنچتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لیے باعث خیر ہوتا ہے' اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے جو اس کے لیے باعث خیر ہوتا ہے"

مذکورہ تفصیلات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو فکر سلیم کا علمبردار اور اچھے اور برے کا سچا معیار ہے' اور وہ مکمل اور معتدل دستور حیات ہے' اور اس کے علاوہ تمام سیاسی و معاشی

و معاشرتی اور تربیتی نظام حیات ناقص اور ناکام ہیں' اور ان تمام نظاموں کو اسلامی کسوٹی پر پرکھنا اور اس کی روشنی میں ان کی تصحیح کرنا چاہیئے اور سارے اصول و ضوابط اور دستور وضع کرنے اور اختیار کرنے سے پہلے ان کا سرچشمہ اسلام کو بنانا چاہیئے' اس کے بغیر اس دستور کی کامیابی ناممکن اور محال ہے' بلکہ اپنانے والوں کے لیے دنیا و آخرت کی بدبختی کا سبب بھی ہے۔

پانچویں فصل

بعض شبہات کا ازالہ :

(ا) اسلام کو نقصان پہنچانے والے لوگ دو قسم کے ہیں :

پہلی قسم : یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور اسلامی برادری میں شامل ہونے کے دعوے دار ہیں' لیکن اپنے اقوال و اعمال سے اسلام کی مخالفت کرتے ہیں اور ایسی بداعمالیوں کے شکار ہیں جن کا اسلام سے ادنیٰ بھی رشتہ نہیں' صحیح معنوں میں یہ ہرگز اسلام کے نمائندے نہیں ہیں اور نہ اسلام کی طرف ان کا انتساب درست ہے' اور ان کی بھی چند قسمیں ہیں :

(ا) فساد عقیدہ کے شکار :

وہ لوگ جو عقیدہ میں فساد کی وجہ سے قبروں کا طواف کرتے ہیں اور صاحب قبر سے حاجت روائی کی درخواست کرتے ہیں اور ان کے نفع و نقصان پہنچانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

(ب) بد اعمالی کے شکار :

وہ لوگ جو بد اعمالیوں میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ فرائض اور واجبات کو چھوڑتے ہیں اور محرمات اور ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہوئے شراب نوشی، زناکاری، وغیرہ کرتے ہیں، اور دشمنان اسلام سے محبت و قربت رکھتے ہیں اور ان سے مشابہت اختیار کرتے اور ان کی تقلید کرتے ہیں۔

(ج) اعمال میں کوتاہی کے شکار :

وہ لوگ جن کے عقائد کمزور ہیں اور اسلامی تعلیمات پر وہ پوری طرح عمل پیرا نہیں ہیں اور بعض واجبات کے بجا آوری میں کوتاہی کرتے ہیں، لیکن مکمل طور پر نظر انداز نہیں کرتے، اسی طرح بعض ایسے محرمات کے مرتکب ہو جاتے ہیں جو کفر و شرک تک نہیں پہنچاتے، اور بعض بری عادتوں کے شکار ہوتے ہیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے، مثلاً دھوکہ دہی، وعدہ خلافی، حقد و حسد وغیرہ، تو ایسا شخص بھی اسلام کو ارادی اور غیر ارادی طور پر نقصان پہنچاتا ہے، کیونکہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف غیر مسلم یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ان برائیوں کی اجازت دیتا ہے۔

دوسری قسم :

یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام سے کسی طرح کا تعلق اور رشتہ نہیں رکھتے بلکہ اسلام کے بدترین دشمن ہیں اور اس سے غیر معمولی حقد و حسد رکھتے ہیں اور اس کو نقصان پہنچانے کے ہمہ وقت درپے ہیں۔

چنانچہ یہ مستشرقین اور عیسائی مشنریاں' اور یہودی تنظیمیں اور اسی قسم کے دوسرے لوگ ہیں۔ جو اسلام کے تیزی سے پھیلنے اور اس کی جامعیت اور دین فطرت [1] ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ غیر معمولی حقد و حسد رکھتے ہیں۔

چنانچہ غیر مسلم شخص ذہنی انتشار و اضطراب میں رہتا ہے اور اپنے آبائی دین و مذہب سے غیر مطمئن رہتا ہے' کیونکہ وہ غیر فطری دین کو اپنائے ہوئے ہے اور فطرت سلیمہ سے ہٹ کر زندگی گذار رہا ہے'

---

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے جس پر فطری طور پر ایمان رکھتا ہے' اگر اسے فطرت سلیمہ پر چھوڑ دیا جائے تو اسلام کو بغیر تردد قبول کرے گا' لیکن غلط تربیت اور برے ماحول کی وجہ سے وہ یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت یا اور کوئی باطل دین قبول کر لیتا ہے۔

بخلاف مسلمان کے کہ وہ اپنے دین و مذہب سے راضی ہوکر مسرور و مطمئن زندگی گذارتا ہے' کیونکہ وہ اللہ کے مشروع کردہ دین حق کو اپنائے ہوئے ہے جو اس کی فطرت کے عین مطابق ہے۔

اسی لیے ہر یہودی اور عیسائی بلکہ کوئی بھی باطل دین اختیار کرنے والے ہر شخص سے ہم کہتے ہیں کہ تمہارے بچے تو فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں مگر کفر پر غلط تربیت کرکے تم انہیں اسلام سے نکال کر باطل دین پر لگادیتے ہو۔

اسی حقد و حسد کی وجہ سے دشمنان اسلام نے اسلام کے خلاف افتراپردرازی اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیوں کا سلسلہ شروع کردیا ہے' کبھی تو وہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور کبھی آپ پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور کبھی اسلامی عقائد و حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں' تاکہ لوگ اسلام سے بدظن ہوں' حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام جسمانی و اخلاقی عیوب سے پاک و صاف ہے اور اسلام کا دامن ہر طرح کی داغ و دھبے سے صاف ستھرا ہے۔ لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیتا ہے' کیونکہ وہ حق کا مقابلہ کرتے ہیں' اور حق کی شان سربلندی ہے' مغلوب ہونا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿٨﴾ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ﴾

(الصف : ۸‘۹)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا‘ گو کافروں کو (کیسا ہی) گراں گذرے‘ وہ (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کر دے‘ گو مشرکوں کو (کیسا ہی) گراں گذرے۔

(۲) اسلام کے مصادر :

جب کوئی شخص دین اسلام کی حقیقت کی صحیح معنوں میں معرفت حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ اسلام کے سب سے اول سرچشمہ ”قرآن کریم“ کا مطالعہ کرے‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کو جو صحیح بخاری‘ صحیح مسلم‘ موطا امام مالک‘ مسند امام احمد‘ سنن ابو داوٗد‘ سنن ترمذی‘ سنن نسائی‘ سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی وغیرہ میں مروی ہیں پڑھے۔ اسی طرح سیرت ابن ہشام‘ تفسیر ابن کثیر‘ نیز امام ابن قیم کی کتاب ”زاد المعاد فی ہدی خیر العباد“ کا مطالعہ کرے‘ اس

کے علاوہ ائمہ دعوت و توحید مثلاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام محمد بن عبد الوہاب کی کتابیں پڑھے' وہی امام محمد بن عبدالوہاب جن کے ذریعہ سے اور امیرالموحدین محمد بن سعود کے تعاون سے بارہویں صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ نے پورے جزیرہ عرب میں اور دیگر علاقوں میں بھی توحید پھیلائی اور شرک و بدعت کا قلع قمع کیا' اور بحمد اللہ آج تک اس کے اچھے اثرات پائے جاتے ہیں۔

مستشرقین اور بہت سی نام نہاد اسلامی جماعتوں کی وہ کتابیں جو اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرتی ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یاسلف صالحین کو سب و شتم کرتی ہیں یا ائمہ دعوت و توحید مثلاً علامہ ابن تیمیہ' علامہ ابن قیم' اور امام محمد بن عبدالوہاب کے خلاف افترا پردرازی کرتی ہیں' اور ان کی شان میں مختلف شکوک و شبہات پیدا کرتی ہیں' تو ان کتابوں سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ وہ گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں۔

(۳) فقہی مذاہب :

سارے مسلمانوں کا مذہب ایک ہے اور وہ ہے مذہب اسلام' جس کا سرچشمہ قرآن کریم' اور سنت مطہرہ ہے' اور جو فقہی مذاہب مشہور ہیں

جیسے حنبلی، مالکی، شافعی، اور حنفی، تو یہ فقہی مکتب فکر ہیں جن کی ان ائمہ کرام نے اپنے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی، پھر ہر امام کے شاگردوں نے اس کے قرآن و حدیث سے مستنبط کردہ مسائل کو مدون کیا، چنانچہ یہی مدون مسائل ان ائمہ کرام کی طرف منسوب کر دیئے گئے اور بعد میں اسے ایک مسلک سے موسوم کر دیا گیا، یہ چاروں فقہی مذاہب اسلامی اصول میں متفق اور یکساں ہیں اور ان میں باہم کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ ان سب کا مرجع اور سرچشمہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ہے۔ اور ان میں جو تھوڑے سے اختلافات پائے جاتے ہیں وہ صرف بعض فروعی اور جزئی مسائل میں ہیں جن کے متعلق خود ائمہ کرام کی ہدایت ہے کہ جو قول قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں ہے اسے لے لیا جائے چاہے وہ کسی بھی امام کا ہو۔

مسلمان ان مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کا پابند نہیں، بلکہ قرآن و سنت کی اتباع اس کے لیے واجب اور ضروری ہے، اور جو لوگ ان مذاہب کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہوئے عقیدہ میں کج روی رکھتے ہیں اور درگاہوں وغیرہ کا طواف اور آستانوں کی زیارت کرتے اور ان سے مرادیں پوری کراتے ہیں اور باری تعالیٰ کی صفات میں تاویل کرتے اور

ظاہری معنی سے ہٹ کر دوسرے معانی مراد لیتے ہیں تو یہ حضرات ائمہ کرام کے عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں' کیونکہ ائمہ کرام کا عقیدہ وہی سلف صالحین کا عقیدہ تھا جس کی تفصیلات گذر چکی ہیں-

(۴) باطل فرقے :

عالم اسلام میں کچھ ایسے فرقے نمودار ہوئے ہیں جو اپنے باطل عقائد اور گمراہ کن نظریات کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں' یہ فرقے اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب تو کرتے ہیں لیکن در حقیقت یہ اسلام سے خارج ہیں' کیونکہ ان کے عقائد کفریہ ہیں- ان میں سے بعض فرقے یہ ہیں :

(ا) باطنی فرقہ :

یہ فرقہ حلول اور تناسخ ارواح کا قائل ہے' نیز یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نصوص شرعیہ کا ایک ظاہری اور دوسرا باطنی معنی ہوتا ہے' ظاہری معنی وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے واضح فرما دیا ہے اور سارے مسلمانوں نے اس پر اجماع کر لیا ہے' اور باطنی معنی اس کے برعکس ہے جس کی تحدید و تعیین اپنی خواہشات کے مطابق

وہ خود کرتے ہیں[1]۔

فرقہ باطنیہ کی ابتدا اس طور پر ہوئی کہ جب اسلامی دعوت اپنے عروج پر پہنچی اور اسلام ایک طاقت بن کر ابھرا تو یہودیوں اور مجوسیوں اور بلاد فارس کے فلاسفہ کی ایک جماعت نے اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں نفاق و شقاق پیدا کر کے ان کو پاش پاش کرنے کی غرض سے ایک مذہب کا سنگ بنیاد رکھنے کا فیصلہ کیا' تاکہ اس کے ذریعہ قرآن کریم کے مفہوم و معانی میں تحریف و تبدیلی کی جائے اور اس طرح مسلمان باہمی طور پر اختلافات کا شکار ہو جائیں' چنانچہ اہل بیت کے ولاء اور ان سے محبت کے در پردہ انہوں نے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی اور اپنے کو ان کا وفادار اور ان کے حقوق کا علمبردار باور کرایا تاکہ عوام کی ہمدردی حاصل کریں' اور اس طرح سے جاہل عوام کی ایک بھاری تعداد ان کے ساتھ ہو گئی جنہیں انہوں نے گمراہ کر کے چھوڑا۔

---

(۱) باطنی فرقہ کے متعدد نام ہیں اور یہ کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں جو ہندوستان' شام' ایران' عراق اور بہت سے دوسرے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں' جس کی تفصیل متقدمین میں سے علامہ شہرستانی نے اپنی مشہور کتاب "الملل و النحل" میں بیان کی ہے اور کچھ بعد کے مورخین نے بھی' "قادیانیت" اور "بہائیت" کو اسی فرقہ کی قسم قرار دیا ہے' مزید تفصیلات کے لیے استاذ محمد سعید کیلانی کی کتاب "ذیل الملل و النحل" اور شیخ عبدالقادر شبیہ الحمد کی کتاب "الادیان و الفرق و المذاہب المعاصرۃ" کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

(ب) قادیانی فرقہ :

ان گمراہ اور باطل فرقوں میں ''قادیانیت'' بھی ہے جو غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک فکری انارکی کی طرف برصغیر میں دعوت دی' غلام احمد قادیانی کو انگریزوں نے پوری طرح اپنے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کیا' چنانچہ وہ اور اس کے متبعین برطانیہ کے پورے دور استعمار میں اس کے آلہ کار بنے رہے اور وہ انہیں بڑی فراخ دلی سے انعامات سے نوازتا رہا اور اپنے جود و کرم کے دروازے بالکل کھول دیئے تھے۔

چنانچہ جاہل عوام کی ایک بڑی تعداد اس کی دعوت پر لبیک کہہ کر ایمان لے آئی۔ قادیانی بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے تھے لیکن وہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے تھے اور اپنی طاقت بھر لوگوں کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔

غلام احمد قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں علانیہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسلامی نصوص کی تحریف و تبدیلی کی تھی' چنانچہ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ ''جہاد'' منسوخ ہو چکا ہے اور تمام مسلمانوں کو انگریزوں کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیئے اور ان کا وفادار رہنا چاہیئے۔

اس مدعی کذاب و دجال نے " تریاق القلوب" کے نام سے ایک اور کتاب لکھی جو اسی طرح کی گمراہیوں سے بھری پڑی ہے۔

یہ کذاب و دجال بے شمار لوگوں کو گمراہ و برباد کر کے ۱۹۰۸ء میں مرا' اور اپنا خلیفہ "حکیم نورالدین" نامی شخص کو بنا کر چھوڑ گیا جو اس کی دعوت باطلہ کو پھیلائے۔

(ج) بہائی فرقہ :

بہائی فرقہ' باطنی فرقہ کی ایک فرع ہے جو دین اسلام سے خارج ہے' انیسوی صدی عیسوی کے شروع میں ایران کے "علی محمد" نے' اور ایک قول کے مطابق محمد علی شیرازی نامی شخص نے اس کی بنیاد ڈالی تھی' اس شخص کا پہلے شیعہ اثنا عشری فرقہ سے تعلق تھا' لیکن بعد میں اس سے الگ ہو کر ایک نئے دین و مذہب کی داغ و بیل ڈالی اور مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا' پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے یہ دعویٰ کیا کہ "اللہ تعالیٰ اس کے اندر حلول کر گئے ہیں" اور وہ الہ الناس ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عز صفاتہ کی ذات پاک ان جنونی باتوں سے منزہ اور بالا تر ہے' پھر اس شخص نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے دن حساب و کتاب' جنت و جہنم اور دار آخرت کی دوسری چیزوں کا انکار کیا' اور عبادت اور ریاضت کا طور و طریقہ ہندوؤں جیسا اختیار کر لیا۔

پھر وحدت ادیان کے نظریہ کا داعی و مبلغ ہو گیا اور یہ کہنے لگا کہ یہودیت اور عیسائیت اور دین اسلام میں کوئی فرق اور اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ تینوں مذاہب ایک ہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اور بہت سے اسلامی احکام کا بھی منکر ہو گیا۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا بہاء نامی وزیر اس کا جانشین ہوا جس نے اس کے دین و مذہب کی بڑی سرگرمی سے دعوت و تبلیغ کی اور جاہلوں کی ایک بڑی تعداد کو گمراہ کر کے اس کا پیروکار بنایا' اور بعد میں یہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہو کر بہائیت کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔

دین اسلام سے خارج فرقوں میں ایک بڑا فرقہ وہ بھی ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے' نماز پڑھتا ہے' روزہ رکھتا ہے' اور حج وغیرہ کرتا ہے' لیکن بایں ہمہ یہ عقائد باطلہ رکھتا ہے کہ :

☆ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے منصب نبوت اور مقام رسالت کو پہنچانے میں خیانت کی ہے اور انہوں نے رسالت کو بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادیا ہے۔

☆ اس فرقہ کے بعض افراد کا کہنا ہے کہ علی - رضی اللہ عنہ - ہی اللہ ہیں' چنانچہ وہ علی رضی اللہ کی اور ان کی اولاد و احفاد 'ان کی بیوی فاطمہ اور فاطمہ کی ماں خدیجہ - رضی اللہ عنہم اجمعین - کی تعظیم و تکریم میں غلو کرتے ہیں' بلکہ اللہ کے ساتھ انہیں بھی معبود قرار دے رکھا ہے جنہیں یہ پکارتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ لوگ لغزشوں سے معصوم ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ رسولوں کے مرتبہ سے بڑھ کر ہے-

☆ وہ قرآن کریم جو آج امت اسلامیہ کے پاس ہے وہ حقیقی قرآن نہیں بلکہ اس میں کمی و بیشی کر دی گئی ہے 'اس لئے انہوں نے اپنا قرآن اس سے مختلف سمجھ رکھا ہے جس میں ان کی طرف سے کچھ مخصوص آیتیں اور سورتیں بھی ہیں-

☆ انبیاء کرام کے بعد سب سے جلیل القدر شخصیات خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ 'جو تمام مسلمانوں میں افضل ہیں 'ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور انہیں طرح طرح کی گالیاں دیتے ہیں-

☆ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر گالیاں دیتے

ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے خوشی اور پریشانی کے وقت فریاد کرتے اور مدد طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان ہی سے دعاواستغفار کرتے ہیں۔

☆ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر کذب وافترا سے کام لیا ہے اور اس کے کلام پاک کی تحریف و تبدیلی کے مرتکب ہوئے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان تمام خرافات سے پاک و منزہ ہے۔

مفید مشورہ :

مذکورہ بالا فرقے کافر فرقوں میں سے چند ہیں' جو اسلام کے دعویدار تو ہیں لیکن دراصل وہ اسلام کو نیست و نابود کرنے میں لگے ہوئے ہیں' اس لئے ایک صحیح العقیدہ اور مومن صادق کو یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ اسلام صرف دعوے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام حقیقی' قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی صحیح معرفت اور اس کے مطابق عمل اور اطاعت و فرمانبرداری کا نام ہے۔

اس لئے قرآن کریم میں تدبر اور غور فکر کرنا چاہیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اسلامی شریعت کا علم حاصل کرنا چاہیئے

اور پھر اس کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیئے' اس کے بعد بندہ نور ہدایت سے بہرہ ور اور صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے جو اسے سعادت دارین سے ہمکنار اور رب العالمین کی جنات النعیم تک پہنچا سکتا ہے۔

نجات کی دعوت :

آخیر میں ہم ان تمام لوگوں سے جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا ہے' حصول کامیابی اور راہ نجات کی دعوت دیتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اے غافل انسان ! مرنے کے بعد عذاب قبراور عذاب جہنم سے اپنے کو بچانے کی فکر کرو' اور اللہ تعالیٰ کو رب جان کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کرکے اور اسلام کو دین حق مان کر صدق دل سے کلمہ توحید "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہہ کر دین اسلام قبول کرلو' پھرپانچوں نماز کی پابندی کرو' زکوٰۃ کی ادائیگی کرو' اور رمضان کے روزے رکھو' اورحج بیت اللہ کرو اگر اس کی استطاعت رکھتے ہو' اپنے قبول اسلام کا اعلان کرو کیونکہ دنیوی اور اخری سعادت ونجات کے حصول کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔

میں اللہ بالا و برتر کے نام کی قسم کھاکر جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' کہتا ہوں کہ دین اسلام ہی دین حق ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا دین عنداللہ قابل قبول نہیں'میں اللہ کو اور اس کے فرشتوں اور ساری مخلوق کو گواہ بناکر کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اسلام ہی دین برحق ہے اور میں مسلمان ہوں۔

آخیر میں اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمارا اور ہماری آل و اولاد اور تمام مسلمان بھائیوں کا دین اسلام پر خاتمہ فرمائے اور جنت نعیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دیگر انبیاء صحابۂ کرام اور سلف صالحین کی صحبت نصیب فرمائے۔

اور آخیر میں پھر دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر اس شخص کے لیے نفع بخش بنائے جو اس کا مطالعہ کرے یا کسی سے سن کر اس کی معلومات حاصل کرے۔

اے اللہ تو گواہ رہ میں نے پہنچا دیا۔ والله أعلم وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه' والحمد لله رب العالمين۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۳
۲	فصل اول	۷
۳	اللہ خالق عظیم کی معرفت	۷
۴	اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان	۱۵
۵	جن وانس کے پیدا کرنے کا مقصد	۲۰
۶	بعث بعد الموت اور حساب وکتاب کا بیان	۲۲
۷	انسان کے قول وفعل کا ریکارڈ	۲۸
۸	فصل دوم	۳۱
۹	نبی کریم ﷺ کی معرفت	۳۱
۱۰	رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات	۳۴
۱۱	نبی کریم ﷺ کے معجزات	۳۶
۱۲	قرآن کریم کے کلام اللہ اور نبی ﷺ کے رسول اللہ ہونے کے دلائل	۳۹

۱۳	فصل سوم	۴۴
۱۴	دین اسلام کی معرفت	۴۴
۱۵	ارکان اسلام	۵۰
۱۶	عبادت کی قسمیں	۵۲
۱۷	وسیلہ کی حقیقت	۶۱
۱۸	شفاعت کا بیان	۶۱
۱۹	فرقہ ناجیہ	۶۵
۲۰	حاکم حقیقی صرف اللہ ہے	۶۸
۲۱	انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد	۶۹
۲۲	شہادت رسالت کا معنی	۷۱
۲۳	دوسرے رکن "نماز" کا بیان	۷۴
۲۴	اوقات نماز کا بیان	۷۷
۲۵	نماز کے احکام و مسائل	۷۸
۲۶	وضو کا طریقہ	۷۹
۲۷	تیمّم کا طریقہ	۸۰
۲۸	نماز پڑھنے کا طریقہ	۸۰

۲۹	نماز باجماعت کی اہمیت	۸۵
۳۰	نماز جمعہ کا طریقہ	۸۷
۳۱	دوسرے رکن "زکوٰہ" کا بیان	۸۷
۳۲	زکوٰۃ کا نصاب	۸۷
۳۳	زکوٰۃ کے فائدے	۸۹
۳۴	تیسرے رکن "روزہ" کا بیان	۹۰
۳۵	روزہ کے فوائد	۹۱
۳۶	روزہ کے مسائل	۹۳
۳۷	چوتھے رکن "حج" کا بیان	۹۴
۳۸	حج کے فوائد	۹۴
۳۹	حج کرنے کا طریقہ	۹۸
۴۰	میقات کا بیان	۹۹
۴۱	حج کی قسمیں	۱۰۱
۴۲	ممنوعات احرام	۱۰۲
۴۳	طواف وسعی کا طریقہ	۱۰۳
۴۴	عورتوں کے مخصوص مسائل	۱۰۴

۴۵	حج کے پانچ دن	۱۰۶
۴۶	طواف وداع کا بیان	۱۰۹
۴۷	ایمان کا بیان	۱۱۰
۴۸	اللہ پر اور رسولوں، کتابوں، فرشتوں پر ایمان کا بیان	۱۱۰
۴۹	یوم آخرت پر ایمان	۱۱۲
۵۰	قضاو قدر پر ایمان	۱۱۲
۵۱	دین اسلام کی جامعیت	۱۱۵
۵۲	چوتھی فصل	۱۱۹
۵۳	اسلام کا نظام حیات	۱۱۹
۵۴	تحصیل علم	۱۱۹
۵۵	عقیدہ کی درستگی	۱۲۱
۵۶	حقوق العباد کی ادائیگی	۱۲۲
۵۷	مرد مومن کی قلبی کیفیت	۱۲۵
۵۸	اسلام کا معاشرتی تعاون	۱۲۷
۵۹	اسلام کی داخلی سیاست	۱۳۰
۶۰	اسلام کی خارجی سیاست	۱۳۵

۶۱	اسلام میں آزادی	۱۳۷
۶۲	مذہبی آزادی	۱۳۷
۶۳	اسلام سے خارج کرنے والی باتیں	۱۳۸
۶۴	فکری آزادی	۱۴۲
۶۵	انفرادی آزادی	۱۴۳
۶۶	رہائشی آزادی	۱۴۵
۶۷	معاشی آزادی	۱۴۶
۶۸	اسلام کا عائلی نظام	۱۴۷
۶۹	والدین کے حقوق	۱۴۷
۷۰	زوجین کے حقوق	۱۴۸
۷۱	تعدد زوجات	۱۵۱
۷۲	طلاق کی اجازت	۱۵۵
۷۳	اسلام کا نظام حفظان صحت	۱۵۶
۷۴	اسلام کا معاشی نظام	۱۵۷
۷۵	دشمنوں سے حفاظت کا طریقہ	۱۵۸
۷۶	مسلمان کا مقصد حیات	۱۶۱

۷۷	پانچویں فصل	۱۶۹
۷۸	بعض شبہات کا ازالہ	۱۶۹
۷۹	اسلام کے مصادر	۱۷۳
۸۰	فقہی مذاہب	۱۷۴
۸۱	فرق باطلہ	۱۷۶
۸۲	باطنی فرقہ	۱۷۶
۸۳	قادیانی فرقہ	۱۷۸
۸۴	بہائی فرقہ	۱۷۹
۸۵	مفید مشورہ	۱۸۲
۸۶	نجات کی دعوت	۱۸۴
۸۷	فہرست مضامین	۱۸۶

من مطبوعات وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

دين الحق

تأليف

عبد الرحمن بن حماد العمر

ترجمة

سعيد أحمد محمد الزمان

باللغة الأوردية

أشرفت وكالة شؤون المطبوعات والنشر بالوزارة على إصداره

١٤٢٠هـ

دين الحق

تأليف

عبد الرحمن بن حماد العمر

ترجمة

سعيد أحمد قمر الزمان

باللغة الأوردية

طبع ونشر

وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

المملكة العربية السعودية

ردمك ٩ - ١١٨ - ٢٩ - ٩٩٦٠